

اکیسویں صدی میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی علمی جالس کا ایک عمومی جائزہ

◎ محمد اسلام

تعارف

مسلمانان ہند نے جنوبی ایشیا میں پاکستان کے نام سے ایک علیحدہ وطن اس لیے حاصل کیا تھا تاکہ وہ اپنی اجتماعی و انفرادی زندگی میں آزادی کے ساتھ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکیں۔ دوسرے لفظوں میں قیام پاکستان کا مقصد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک نئے معاشرے کی تشکیل تھی۔ لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے ریاستی ڈھانچے کا اسلامی نظام پر استوار ہونا ضروری تھا، چنانچہ پاکستانی ریاست کے اغراض و مقاصد کے تعین کے لیے ۱۹۷۹ء میں قرارداد مقاصد منظور کی گئی جس کی درج ذیل دو دفعات بعد میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی تشکیل کی اساس ثابت ہوئیں: (الف) جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں کو جیسا کہ اسلام نے وضاحت کی ہے، عملی جامہ پہنایا جائے گا (ب) قرآن و سنت میں جن اسلامی تعلیمات و مقتضیات کا بیان ہے، مسلمانوں کو ان کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔^(۱)

چوں کہ عصر حاضر کے پیچیدہ اور تیزی سے ارتقان پذیر معاشرے میں مذکورہ بالا مقاصد کو عملی جامہ پہننا کوئی آسان کام نہ تھا، اس لیے دور حاضر میں قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کی وضاحت کے لیے ایک تحقیقی ادارے کا قیام ناگزیر تھا۔ اسی غرض سے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے تعلیمات اسلامی بورڈ تشکیل دیا تھا، تاہم اس بورڈ کی روپورٹ شائع ہو سکی اور نہ ہی اس کی مرتب کردہ سفارشات پر عمل ہو سکا۔ فروری ۱۹۵۳ء میں اس وقت کے وزیر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی زیر صدارت پشاور میں ایک اجلاس میں یہ طے پایا کہ وزارت تعلیمات کے زیر اہتمام مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کے نام سے ایک آزاد اور خود مختار ادارہ قائم کیا جائے۔ تاہم اس فیصلے پر بھی فوری طور پر عمل درآمد نہ ہو سکا، لیکن اکتوبر ۱۹۵۳ء میں

یقیناً، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد (muhammad.islam@iiu.edu.pk)
۱ - محمد خالد مسعود، ”ادارہ تحقیقات اسلامی کے اغراض و مقاصد: تاریخی و تحلیلی جائزہ“، فکر و نظر، اسلام آباد، ۱۱: ۱۳، ۹۶۲ء۔

مولانا عبد العزیز میمن (سابق پروفیسر عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا) کا ادارے کے پہلے منصرم کی حیثیت سے تقریر عمل میں آیا۔ مولانا میمن نے اسلامی علوم و آخذ کے بارے میں اپنی وسیع معلومات اور تجربے کی مدد سے ادارے کے کتب خانے کے لیے بیش قیمت اور نایاب کتابوں کا حصہ ممکن بنایا اور اس مقصد کے لیے مختلف اسلامی ممالک کا سفر کیا اور کتب خانوں کی خاک چھانی۔^(۲) بالآخر ۱۹۶۰ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی کا باقاعدہ قائم عمل میں آیا اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو اس کا با اختیار اور ہمہ وقتی ڈاکٹریٹ مقرر کیا گیا۔ نیز بذریعہ ادارے میں دیگر محققین کا تقرر بھی عمل میں آیا، جن میں ڈاکٹر فضل الرحمن اور ڈاکٹر اسماعیل راجی الفاروقی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔^(۳)

کسی بھی ادارے خصوصاً تعلیمی اداروں کی تاریخ محفوظ رکھنے کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، کیوں کہ تاریخ ہی کے ذریعے بعد کے اداروں میں کسی ادارے کی کارکردگی کو جانچا اور اس کے علمی مقام و مرتبہ کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ نیز کسی ادارے کی تاریخ نہ صرف اس کے روشن کارناموں اور اہم کامیابیوں کو جاگر کرتی ہے، بلکہ اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشان دہی اور اس کی ناکامیوں کے اسباب کا تعین کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔

اسی مقصد کے پیش نظر ادارہ تحقیقات اسلامی کے تحقیقی مجلے فکر و نظر نے مئی ۱۹۷۶ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کا ”یوم تاسیس نمبر“ شائع کیا، جس میں متعدد اہل علم خصوصاً ادارے سے وابستہ محققین نے ادارے کے مختلف پہلوؤں اور اس کی علمی سرگرمیوں اور تحقیقی خدمات پر مقالات لکھے۔^(۴) اسی روایت کو زندہ رکھتے ہوئے ۱۹۷۷ء میں بھی فکر و نظر کی ادارت نے ادارہ تحقیقات اسلامی پر ایک خصوصی شمارہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

-۲- بزمی انصاری، ”ادارہ تحقیقات اسلامی: ایک اجمالی تعارف“، فکر و نظر، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۲۳-۹۲۵۔

-۳- نفس مصدر، ۹۲۶۔

-۴- دیکھیے: نفس مصدر، ۹۲۳-۹۵۳؛ مظہر الدین صدیقی، ”پاکستان کی نظریاتی اساس اور ادارہ تحقیقات اسلامی“، فکر و نظر، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۵۵-۹۶۱؛ خالد مسعود، ”ادارہ تحقیقات اسلامی کے اغراض و مقاصد“، ۹۶۲-۹۷۲؛ احمد حسن ”ادارہ تحقیقات اسلامی کی مطبوعات: مقاصد کی روشنی میں ایک جائزہ“، فکر و نظر، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۷۲-۹۹۳؛ ضیاء الدین احمد، ”غیر مطبوع اور زیر طبع مسودات“، فکر و نظر، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۹۹۳-۱۰۰۸؛ اے۔ حق محمد، ”ادارہ تحقیقات اسلامی کے مجلات“، فکر و نظر، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۱۰۰۹-۱۰۱۵؛ احمد خان، ”ادارہ تحقیقات اسلامی کا کتب خانہ“، فکر و نظر، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۱۰۲۳-۱۰۲۴؛ عبدالقدوس ہاشمی، ”کتب خانے کے علمی نوادر“، فکر و نظر، ۱۳: ۱۱ (۱۹۷۶)، ۱۰۲۳-۱۰۳۳۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کی علمی و تحقیقی سرگرمیاں گوناگوں قسم کی ہیں۔ ادارہ جہاں مختلف زبانوں میں اسلامی موضوعات پر علمی کتابیں اور تحقیقی جرائد شائع کرتا ہے وہیں مسلم معاشرے کے سلسلے مسائل پر علمی محاضرات اور بحث و مباحثہ اور سنجیدہ علمی موضوعات پر قومی و بین الاقوامی کانفرنسوں اور یسی نازر کا انعقاد بھی کرتا ہے۔ مسلم معاشرے کے مختلف مکتبہ ہے فکر کے درمیان فکری ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے کانفرنسوں، یسی نازر اور رکشاپک کا انعقاد ادارہ تحقیقات اسلامی کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔^(۵) زیرِ نظر مقالے میں کانفرنسوں، یسی نازر، علمی محاضرات اور بحث و مباحثہ کی صورت میں ادارے کی علمی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے گا، نیز وقت اور صفات کی تجدید کے پیش نظر اس جائزے کو اکیسویں صدی کی سرگرمیوں تک محدود رکھا جائے گا۔

کانفرنسیں اور یسی نازر

ادارہ تحقیقات اسلامی کی ایک اہم علمی سرگرمی سنجیدہ علمی موضوعات پر قومی و بین الاقوامی کانفرنسوں اور یسی نازر کا انعقاد کرنا ہے۔ ادارے نے بیسویں اور اکیسویں صدی میں متعدد کانفرنسوں اور یسی نازر کا انعقاد کیا ہے۔ ذیل میں اکیسویں صدی میں ادارے کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور یسی ناروں کا جائزہ لیا جائے گا۔

بیسویں صدی کے آخری دن بر صیر کے معروف مسلم مفکر اور داعی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس دنیا سے رحلت فرمائے۔ ان کی وفات کے کچھ ہی دن بعد ادارہ تحقیقات اسلامی نے ان کی یاد میں ۲۱ فروری ۲۰۰۰ء کو دو روزہ یسی نار کا اہتمام کیا، جس میں اردو اور عربی کی الگ الگ نشستیں ہوئیں اور اہل علم نے مولانا علی میاں کی حیات و افکار پر علمی مقالات پیش کیے۔ یسی نار کے اختتام پر پیش کردہ مقالات کو کتابی صورت میں شائع کرنے کی سفارش کی گئی۔ تاہم مقالات کی تدوین و ترتیب میں قدرے تاخیر کے باعث بعض مقالہ نگاروں نے اپنے مقالات مختلف جرائد میں اشاعت کے لیے دے دیے۔ اس کی کوپر اکرنے کے لیے خود مولانا مرحوم اور بعض دیگر حضرات کی تحریریں بھی اس یسی نار میں پیش کردہ مقالات کے ساتھ شامل کر لی گئیں۔^(۶)

ادارہ تحقیقات اسلامی نے مارچ ۲۰۰۰ء میں اسلامی ترقیاتی بینک، جدہ کے ادارہ برائے اسلامی تحقیق و تربیت، اسلامی تنظیم برائے تعلیم، سائنس اور ثقافت (ISESCO) اور بین الاقوامی ادارہ برائے فکر اسلامی کے

۵— “International Islamic University Ordinance – 1985 (Ordinance No. XXX of 1985)” *Islamic Studies* 24, no. 2 (1985): 305.

۶— سفیر اختر، مرتب و مدoun، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات و افکار کے چند پہلو (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۵ء)۔

اشتراك سے ”اسلامي معاشيات کی نظری بنیادیں“ (Theoretical Foundations of Islamic Economics) کے عنوان سے ایک بین الاقوامی سمینار کا انعقاد کیا۔^(۷) اس کانفرنس میں پیش کردہ مقالات کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔^(۸)

۶ نومبر ۲۰۰۰ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے مرکز برائے الہیات و علوم طبیعیہ، امریکہ (Center for Theology and the Natural Sciences, Berkeley, California, USA)

الاقوامی ادارہ برائے فکر اسلامی کے اشتراك سے ”خدا، زندگی اور کائنات: خدا پرستانہ نقطہ ہائے نظر“ (God, Life and Cosmos: Theistic Perspectives) کے عنوان سے ایک بین الاقوامی کانفرنس کا اہتمام کیا، جس میں دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے بیس سے زائد سائنس دانوں اور اہل علم نے اپنے مقالات پیش کیے اور بحث میں حصہ لیا۔ اس کانفرنس میں پیش کردہ مقالات میں سے منتخب مقالات کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔^(۹) ادارہ تحقیقات اسلامی نے اس سے پہلے بین الاقوامی ادارہ برائے فکر اسلامی اور جان ٹیپلیٹن فاؤنڈیشن، امریکہ (John Templeton Foundation, USA) کے اشتراك سے گذشتہ صدی کے اوآخر میں ۱۵ نومبر تا ۲۱ نومبر ۱۹۹۹ء کو ”اسلام اور سائنس: زندگی اور کائنات کے بارے میں سائنسی اور مذہبی نقطہ ہائے نظر“ (Islam and Science: Religious and Scientific Perspectives on Life and Cosmos) کے عنوان سے ایک اعلیٰ سطحی سمینار کا انعقاد بھی کیا تھا۔^(۱۰)

معروف مسلم مفکر، دانش و راہر اسلامی تاریخ، فقہ اسلامی، سیرت اور دینگی علوم اسلامیہ پر گہری نظر کے مالک پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے دسمبر ۲۰۰۲ء میں انتقال کے بعد ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۲۱ جنوری ۲۰۰۳ء کو ان کی سیرت و کردار، دعوت و خدمت دین اور چھ دہائیوں پر محیط علمی، تحقیقی اور تصنیفی کارناموں کا جائزہ لینے کے لیے ایک یادگاری اجلاس کا اہتمام کیا، جس میں چیزیں ہائراً بوجو کیش کمیشن

- 7- Mohammad Sharif and Ather Zaidi, “Theoretical Foundations of Islamic Economics, March 15-17, 2000,” *Islamic Studies* 40, no. 1 (2001): 179-85.
- 8- Habib Ahmed, ed., *Theoretical Foundations of Islamic Economics* (Jeddah: Islamic Research and Training Institute, Islamic Development Bank, 2002).
- 9- Ted Peter, Muzaffar Iqbal, Syed Nomanul Haq, eds., *God, Life, and the Cosmos: Christian and Islamic Perspectives* (Aldershot: Ashgate, 2002); Elma Ruth Harder, “God, Life and Cosmos: Theistic Perspectives, International Conference, November 6-9, 2000, Islamabad, Pakistan,” *Islamic Studies* 39, no. 4, (2000): 693-707.
- 10- Syed Abu Ahmad Akif, “Islam and Science: Religious & Scientific Perspectives on Life and Cosmos; A Report on the Advanced Seminar held in Islamabad, November 15-21, 1999,” *Islamic Studies* 39, no. 2 (2000): 329-32.

پروفیسر ڈاکٹر عطاء الرحمن، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ریکٹر جمیں (ر) خلیل الرحمن، صدرِ جامعہ ڈاکٹر حسن محمود عبد اللطیف الشافعی اور ڈاکٹر محمود احمد غازی کے علاوہ دیگر اہل علم نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حیدر اللہ کی علمی و تحقیقی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ ڈاکٹر محمد حیدر اللہ کو ادارہ تحقیقات اسلامی سے خصوصی تعلق تھا۔ ادارے نے ان کی متعدد کتابیں شائع کی ہیں اور ادارے کا علمی گفتگو خانہ بھی انھیں کے نام سے موسم ہے۔^(۱۱)

۲۱ اور ۲۲ اپریل ۲۰۰۳ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے ”بر صغیر میں مطالعہ حدیث“ کے عنوان سے دوروزہ قومی سینی نار کا انعقاد کیا۔ یہ سینی نار ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام ۲۸ اپریل تاکیم می ۷۹۹۷ء کو بعنوان ”بر صغیر میں مطالعہ قرآن“ منعقد ہونے والے چار روزہ سینی نار کے سلسلے کی اگلی کڑی تھی۔ اس سینی نار کے افتتاحی اجلاس کی صدارت بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے صدر ڈاکٹر حسن الشافعی نے کی، جب کہ مہمان خصوصی صدر نشین ایوان بالا، اسلامی جمہوریہ پاکستان، عزت مآب محمد میاں سومرو تھے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر جزل ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے خطبہ استقبالیہ میں سینی نار کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس کا ایک اہم مقصد بر صغیر میں مطالعہ حدیث کی تاریخ کا تو پیچی و تقدیمی جائزہ لینا ہے۔ افتتاحی و اختتامی اجلاسوں کے علاوہ اس سینی نار کی چھ علمی نشستیں ہوئیں، جن میں درج ذیل چار عمومی موضوعات میں سے ہر موضوع کے تحت متعدد تحقیقی مقالات پڑھے گئے: (۱) بر صغیر میں خدمت حدیث (ب) تذکرہ محدثین بر صغیر (ج) تذکرہ کتب حدیث (د) جھیت حدیث و تدریس حدیث۔ شرکائے سینی نار کی تجویز کی روشنی میں ڈاکٹر سفیر اختر نے سفارشات مرتب اور پیش کیں، جو ادارہ تحقیقات اسلامی کے ”خبر تحقیق“ میں شائع ہوئیں۔^(۱۲) اس سینی نار کے منتخب مقالات ادارے کے تحقیقی رسائل فکر و نظر کے خصوصی شمارے کے طور پر شائع ہو چکے ہیں۔^(۱۳)

ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۲۰۰۳ء میں ”امریکہ میں مدد ہی تعلیم“ کے عنوان سے ایک گول میز کا نفرنس کا انعقاد کیا، جس میں میکڈونلڈ سنٹر فارسٹڈی آف اسلام اینڈ کریپشن مسلم ریلیشنز، ہارت فورڈ سیمینری، امریکہ کے ایک وندنے ڈاکٹر ابراہیم ابوریفع کی قیادت میں شرکت کی۔ مہمان وفد کے رکن پروفیسر آنیاں مارکمن امریکہ

۱۱۔ خبر تحقیق (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی) ش ۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۳ء، ۱۔

۱۲۔ نفس مصدر، ش ۸، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء، ۱-۶۔

۱۳۔ دیکھیج: فکر و نظر، ۳۲-۳۳: ۱، (۲۰۰۵ء)۔

میں مذہبی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ امریکہ میں تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلباء طالبات کے لیے تعلیمی و ذہنی ترقی کے برابر موقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ البتہ نجی تعلیمی شعبے میں عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں وغیرہ کے تعلیمی ادارے موجود ہیں جو اپنی مذہبی روایات کے مطابق تعلیم دیتے ہیں۔ پروفیسر مارکھم کی رائے میں دوسرے مذہب کی تعلیم اسی طرح دی جانی چاہیے جس طرح اس مذہب کے پیروکار دینا پسند کرتے ہیں، تاہم اس کے ساتھ ساتھ استاد کو اپنی مذہبی روایات کے سیاق میں اپنی رائے اور توجیہ پیش کرنے کی آزادی بھی حاصل ہونی چاہیے۔ پروفیسر مارکھم کے بعد ڈاکٹر میزوں اور جناب نزل سنگھ نے بالترتیب امریکہ میں یہودیت اور سکھ مذہب کے تعلیمی اداروں کے حالات اور مسائل پر گفتگو کی۔ وفد کے جن دیگر ارکان نے اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ان میں ڈاکٹر ابراہیم ابوریفع، رالف آلبر ائٹ اور کولین کیسنز شامل تھے۔^(۱۲)

فقہ اسلامی کی تاریخ میں بیسویں صدی عیسوی اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کی آخری دو تین دہائیوں میں نئے مسائل پر غور و فکر اور ان کے شرعی حل دریافت کرنے کی ایک منظم اور اجتماعی تحریک کا آغاز ہوا، جسے اجتماعی اور ادارتی اجتہاد کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے گذشتہ تیس چالیس برسوں کے دوران اجتماعی اجتہاد کی تحریک کے اہم خروجیں، امتیازی خصوصیات، کردار اور اثرات کا جائزہ لینے کے لیے ”اجتماعی اجتہاد: تصور، ارتقاء اور عملی صورتیں“ کے عنوان سے ۱۹۲۱ء مارچ ۲۰۰۵ء کو ایک سہ روزہ یمنی نار کا انعقاد کیا، جس میں پاکستان کے معروف اہل علم و دانش کے علاوہ عالم اسلام کے ممتاز فقیہ و مفسر ڈاکٹر وصبة الزحلی جو اس وقت جامعہ دمشق، شام سے وابستہ تھے اور بھارت سے چار اہل علم مولانا جلال الدین عمری، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی فہیم اختر ندوی اور ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی شریک ہوئے۔ پاکستانی شرکاء میں ڈاکٹر خالد مسعود، جناب جاوید احمد غامدی، مولانا زاہد الرashدی، ڈاکٹر شبیر احمد جامعی اور پاکستانی جامعات اور مدارس دینیہ سے تعلق رکھنے والے دیگر اہل علم نے مقالات پیش کیے۔

یہ یمنی نار افتتاحی و اختتامی نشستوں کے علاوہ چھ علیٰ نشستوں اور چار تو سیمی خطبات پر مشتمل تھا۔ تو سیمی خطبات جناب جاوید احمد غامدی، مولانا جلال الدین عمری، مولانا زاہد الرashدی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے دیے۔ نیز چھ علیٰ نشستوں میں درج ذیل عمومی موضوعات میں سے ہر ایک پر متعدد مقالات پیش کیے گئے: (الف) اجتماعی اجتہاد، تصور، ارتقاء، شرعی حیثیت اور اصول و ضوابط (ب) اجتماعی اجتہاد کے ادارے (ج) غیر مسلم معاشروں میں مسلمانوں کے مسائل (اجتماعی اجتہادی کاؤنٹوں کا جائزہ) (د) اجتماعی اجتہاد اور اہم عصری مسائل۔

سینی نار کے اختتام پر پیش کردہ مقالات اور تجاویز کی روشنی میں ایک اعلامیہ جاری کیا گیا۔^(۱۵) سینی نار کے منتخب مقالات کو ترتیب و تدوین کے مراحل سے گزار کر کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔^(۱۶)

جب سے مسلمانوں نے جنوبی ایشیا میں اپنی حکومت قائم کی، اس خطے میں اسلامی قانونی فکر بھی ارتقا پذیر ہونے لگی۔ فقہاء کرام نے نہ صرف مدارس اور مکملہ قضا و احتساب کے ذریعے بلکہ ذاتی طور پر فقہ، اصول فقہ اور فتاویٰ کی کتابیں تحریر کر کے اسلامی قانونی فکر کے ارتقا میں اہم کردار کیا۔ چنانچہ اس فکری ارتقا کا جائزہ لینے کے لیے ”جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے“ کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے کم تا ۱۳ اگست ۲۰۰۹ء کو ایک سہ روزہ سینی نار کے انعقاد کا اہتمام کیا، جس میں بر صیغر کے ممتاز اہل علم نے شرکت کی اور اسلامی قانونی فکر اور اداروں سے متعلق اہم موضوعات پر مقابلے پیش کیے۔ سینی نار کی افتتاحی و اختتامی تقریب کے علاوہ معمول کی آٹھ نشتوں میں مختلف موضوعات پر متعدد مقالات پڑھے گئے۔ افتتاحی اجلاس میں پروفیسر ڈاکٹر محمد قاسم زمان، پرنسٹن یونیورسٹی، امریکہ نے ”جدید جنوبی ایشیا میں اجتہاد کے ارتقاء پذیر تصورات“ کے عنوان سے کلیدی خطبہ دیا، جس میں انھوں نے مصری عالم رشید رضا کے دورہ دار العلوم دیوبند اور اس دوران مولانا انور شاہ کشمیری کے ساتھ اجتہاد و تقلید کے موضوع پر بحث کا تذکرہ کیا اور مولانا اشرف علی تھانوی کی اجتہادی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے قانونِ شیخ نکاح پر گفت گو کی۔^(۱۷) پروفیسر زمان کا یہ تحقیقی مقالہ بعد ازاں ادارے کے انگریزی تحقیقی رسالے اسلامک اسٹڈیز میں شائع ہوا۔^(۱۸) اسی اجلاس میں ڈاکٹر محمود احمد غازی، سابق صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے ”بر صیغر میں مطالعہ فقہ: ماضی، حال اور مستقبل“ کے عنوان سے ایک تو سیمی خطبہ دیا۔ دیگر اہم نکات کے علاوہ ڈاکٹر غازی نے فقہ و قانون اسلامی کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق مرتب کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کے نزدیک عالم گیریت کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے امت مسلمہ کو ایک عالم گیر فقہ (*fiqh cosmopolitan*) کی ضرورت ہے، جو پوری امت مسلمہ کے حالات کو سامنے رکھ کر مدون کی گئی ہو۔

۱۵۔ نفس مصدر، ش، ۱۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۵ء، ۲۰۰۵ء۔

۱۶۔ دیکھیے: محمد طاہر منصوري، مرتب و مدون، اجتماعی اجتہاد: تصور، ارتقاء اور عملی صورتیں (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۰۷ء)۔

۱۷۔ دیکھیے: سعدیہ نعیم، ”جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے: ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کا ایک اہم سینیمار (روداد)، فکر و نظر، ۲:۳ (۲۰۰۹ء)، ۱۲۵-۱۳۰۔

۱۸۔ Muhammad Qasim Zaman, “Evolving Conceptions of *Ijtibād* in Modern South Asia,” *Islamic Studies* 49, no. 1 (2010): 5-36.

اس سیکی نار کی دیگر نشتوں میں درج ذیل عمومی موضوعات میں سے ہر ایک کے تحت متعدد تحقیقی مقالات پیش کیے گئے: (الف) جنوبی ایشیا کا فقہی ورشہ (ب) فقہی شخصیات اور ادارے (ج) جنوبی ایشیا میں اسلامی قانون کا نفاذ (د) جنوبی ایشیا کے فقہی مخطوطات (ط) کتابیات۔^(۱۹)

اس سیکی نار میں پیش کردہ مقالات عن قریب کتابی شکل میں زیور طباعت سے آراستہ ہونے والے ہیں، البتہ چند ایک منتخب مقالات ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اردو تحقیقی مجلے فکر و نظر میں شائع ہو چکے ہیں۔^(۲۰) سیکی نار کے اختتام پر مقالات کی روشنی میں سفارشات اور تجویز بھی منظور کی گئیں۔^(۲۱)

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے کلیہ زبان و ادب، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے اشتراک سے ۲۰۱۰ء کو ”گیارہ ستمبر کے واقعے پر ادبی و ثقافتی رد عمل“ کے عنوان سے ایک سیکی نار کا انعقاد کیا، جس میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ انگریزی کے استنسٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان اور شعبہ اردو کی استنسٹ پروفیسر ڈاکٹر نجیب عارف نے بالترتیب ”الفاظ کی جنگ: گیارہ ستمبر کے بعد امریکی ذرائع ابلاغ اور معروف بیانیہ“ (War of Words: American Media and Popular Narratives 9/11 and Urdu Since September 11) اور ”گیارہ ستمبر اور اردو ادب: تصورات اور فریب“ (Literature: Images and Illusion) کے عنوان سے دو مقالات پیش کیے۔

ڈاکٹر اعوان نے اپنے مقالے میں بتایا کہ گیارہ ستمبر کے سانحہ کے بعد مغربی میڈیا نے اسے بنیاد بنا کر مغربی استعمار کو مسلم دنیا کے خلاف جنگ کا جواز فراہم کیا، استعماری طاقتیوں کے پروپیگنڈہ کو فروغ دیا اور مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیوں کو ہوادی۔ نیز ڈاکٹر اعوان نے گیارہ ستمبر کے واقعے کے بعد مغرب میں تیار ہونے والی فیچر اور دستاویزی فلموں اور شائع ہونے والے فکشن کے حوالے دے کر ثابت کیا کہ گیارہ ستمبر یا اس سے متعلق واقعات کو پیش کرنے میں امریکی میڈیا کا کردار متعصباً اور جارحانہ رہا ہے۔^(۲۲) ڈاکٹر اعوان نے اسی موضوع سے متعلق ایک مقالہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے تحقیقی مجلے اسلامک استیز کے لیے بھی لکھا ہے۔^(۲۳)

-۱۹۔ اخبار تحقیق، ش ۷، جولائی تا ستمبر، ۲۰۰۹ء۔

-۲۰۔ فکر و نظر، ۳:۵۰، (۲۰۱۳ء)، ۱:۵۱، ۲:۲۰۱۳ء۔

-۲۱۔ اخبار تحقیق، ش ۷، جولائی تا ستمبر، ۲۰۰۹ء۔

-۲۲۔ نفس مصدر، ش ۳۱، جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۰ء۔

23— Muhammad Safeer Awan, “Global Terror and the Rise of Xenophobia/Islamophobia: An Analysis of American Cultural Production since September 11,” *Islamic Studies* 49, no. 4 (2010): 521-37.

ڈاکٹر نجیبہ عارف نے اپنے مقالے میں پاکستان اور اردو ادب پر گیارہ ستمبر کے واقعے کے اثرات کا تقابلی جائزہ لیا۔ ان کی رائے میں گیارہ ستمبر کے واقعے نے پاکستانی ادب خصوصاً شاعری اور افسانہ نویسی میں حلقہ و مفروضات کی ایک نئی تعبیر کا رجحان پیدا کیا ہے۔ شاعری میں اس واقعے کے اثرات کو کفر و اسلام کے درمیان جنگ کا روپ دے کر امریکہ کو ابرہہ سے تشییہ دیتے ہوئے اس خطے میں امریکی پالیسیوں کو تنقید کا شانہ بنایا گیا ہے۔ افسانہ نویسی میں امریکی مسلمانوں کے عدم تحفظ، فوجی حکومتوں کی آمریت، معاشری ناہمواری کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مایوسی اور انتہا پسندانہ جذبات اور سیاسی عدم استحکام وغیرہ پر متعدد افسانے لکھے گئے جو پاکستانی قوم کے روپ عمل کی مختلف جгонوں اور پہلوؤں کو پیش کرتے ہیں۔^(۲۴) ڈاکٹر نجیبہ عارف کا اس موضوع سے متعلق ایک مقالہ اردو ادب کے ایک تحقیقی مجلے میں بھی شائع ہوا ہے۔^(۲۵)

نبی کریم ﷺ کی سیرت نگاری کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہو گیا تھا۔ یہ کام تمام ادوار میں ہوتا رہا اور آج تک جاری ہے۔ گذشتہ تین صدیوں میں بھی تحقیق کے میدان میں کافی پیش رفت ہوئی اور اس کے نتیجے میں علم سیرت میں بڑی وسعت اور گہرائی پیدا ہوئی۔ مختلف زبانوں میں کتب سیرت شائع ہوتی رہتی ہیں جس سے بحثیت مجموعی سیرتی ادب کی ثروت میں بہت اضافہ ہو چکا ہے۔ دور جدید میں سیرت نگاری کے جو رجحانات سامنے آئے ہیں ان کا جائزہ لینے کے لیے ادارہ تحقیقات اسلامی نے مین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ایک دوسرے ادارے اقبال مین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ اور ہائرا جو کیشن کمیشن آف پاکستان کے تعاون سے ۲۶ مارچ ۲۰۱۱ء کو ”دور جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات“ کے عنوان سے ایک سہ روزہ مین الاقوامی سیکی نار کا انعقاد کیا۔ اس سیکی نار کی متعدد متوازی اور عمومی نشستوں میں عربی، انگریزی اور اردو زبانوں میں تحقیقی مقالات پیش کیے گئے۔ اگرچہ توجہ گذشتہ تین صدیوں کی عربی، انگریزی اور اردو سیرت نگاری پر مرکوز رہی، لیکن بعض مقامی اور دوسری بڑی زبانوں میں شائع ہونے والی سیرت کی اہم کتابوں کا تذکرہ بھی ہوا اور اس طرح دور جدید میں سیرت نگاری کی مکمل تصویر بڑی حد تک اجاگر ہو گئی۔ سیکی نار میں مقالات پیش کرنے اور علمی مباحثت میں شرکت کرنے والے ارباب علم کا تعلق پاکستان کے علاوہ بھارت، بھگر دیش، ملائیشا، انڈونیشیا، مصر، اردن، سعودی عرب، فلسطین، ترکی، برطانیہ، جمنی، امریکہ، کینیڈا اور جنوبی افریقہ سے تھا۔^(۲۶)

۲۳۔ اخبار تحقیق، ش ۱۳، جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۰ء۔

25. Najeeba Arif, “9/11 and Urdu Literature: A Sociopolitical Study of Urdu Fiction and Poetry in Pakistan,” *The Annual of Urdu Studies* 26 (2011): 87-96.

۲۶۔ تفصیلی رواداد کے لیے دیکھیے: اخبار تحقیق، ش ۱۳، اپریل تا جون، ۲۰۱۱ء، ۱، ۲، ۳، ۷؛ Sadia Tabassum, “Report on Seminar: ‘Modern Trends in Sirah Writing’ (26-28 March, 2011),” *Islamic Studies* 50, no. 2 (2011): 245-68.

سیکی نار میں پیش کردہ انگریزی اور اردو مقالات میں سے منتخب مقالات بالترتیب ادارے کے انگریزی اور اردو مجلات اسلامک اسٹڈیز^(۲۷) اور فکرو نظر^(۲۸) میں شائع ہوئے۔ نیز اردو کے باون مقالات میں سے تائیں مقالات ترتیب و تدوین کے بعد کتابی شکل میں بھی زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔^(۲۹)

۱۰ امارت ۲۰۱۲ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے اپنے باونویں یوم تاسیس کی مناسبت سے ایک سمینار کا انعقاد کیا، جس میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زاہد نے ”پاکستان کے اسلامی تحقیقی اداروں کا کام: اثرات، جائزہ اور تحاویز“ کے عنوان سے کلیدی مقالہ پیش کیا۔ اس موقع پر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ریکٹر پروفیسر فتح محمد ملک، ادارے کے سربراہ ڈاکٹر محمد خالد مسعود، ادارے کے سابقہ سربراہان ڈاکٹر ظفر احسان انصاری اور ڈاکٹر شیر محمد زمان نے بھی خطاب کیا۔ نیز ادارے کے مختلف تحقیقی شعبہ جات کے سربراہان ڈاکٹر محمد الغزالی، ڈاکٹر سمیل حسن اور ڈاکٹر عصمت اللہ نے بھی ادارے کی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈائلی۔^(۳۰)

قرآن کریم کا ترجمہ ہمیشہ ایک دشوار کام سمجھا گیا ہے، کیوں کہ قرآن کریم منفرد نوعیت کی ایسی لسانی اور اسلوبی خصوصیات کا حامل ہے جو سیاق اور ماوراء سیاق ملاحظات اور غورو فکر کی متقاضی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے ترجمے کا کام بہت سے کلامی، لسانی اور فقہی سوالات اٹھاتا ہے، جن کا جواب علوم قرآن اور جدید لسانیاتی نظریات کی روشنی میں تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ بر صغیر کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہاں قرآن کریم کا ترجمہ بہت ابتدائی دور میں کیا گیا ہے اور متعدد زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔ اسی لیے بر صغیر میں ترجمہ قرآن سے متعلق مشکلات اور مسائل پر غورو فکر کے لیے ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے کلیتہ اللہ عربیہ کے شعبہ ترجمہ و ترجمانی اور کلیتہ اصول الدین کے شعبہ علوم القرآن نے ہائرا جو کیشن کمیشن آف پاکستان کے تعاون سے ”بر صغیر میں ترجمہ قرآن کی مشکلات“ کے عنوان سے ۲۰۱۳ء اپریل ۱۳۰ تا ۲۰۱۲ء کو دروزہ بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا۔

اس دروزہ کانفرنس میں پاکستان، بھارت، افغانستان، عرب ممالک اور مغربی ممالک کے اہل علم نے اردو، عربی اور انگریزی زبان میں تقریباً چالیس تحقیقی مقالات پیش کیے۔ یہ مقالات درج ذیل عمومی موضوعات کے

27— See *Islamic Studies* 50, no. 2 (2011).

28— فکرو نظر، ۳۹: ۳۶۲ (۲۰۱۲ء)۔

29— مبشر حسین اور عبدالکریم عثمان، مرتب و مدون، دور جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات: مقالات سیرت سمینار (معقدہ ۲۰۱۱ء مارچ ۲۸) (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۵ء)۔

30— www.iiu.edu.pk/?page_id=9871.

تحت پیش کیے گئے: (الف) ترجمہ قرآن کے نظریاتی اور فکری پہلو (ب) قرآنی اسلوب اور اس کے حوالے سے ترجمہ قرآن کی تحدیات (ج) مختلف ترجم قرآن اور مترجمین قرآن کا تقابلی مطالعہ (د) مترجم الیہ زبانوں کے لحاظ سے ترجمہ قرآن کے مسائل (ه) ترجمہ قرآن سے متعلق نقطہ ہائے نظر۔^(۳)
کانفرنس کے آخر میں پیش کردہ مقالات کی روشنی میں سفارشات بھی پیش کی گئیں۔ اس کانفرنس میں پیش کردہ مقالات تاحال ادارے کے کسی رسالے میں یا کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئے۔

”برصیر میں ترجمہ قرآن کی مشکلات“ پر کانفرنس کے بعد ادارہ تحقیقات اسلامی نے اقبال میں الاقوای ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ اور ہائزر ایجو کیشن کمیشن آف پاکستان کے تعاون واشتراک سے ”پاکستان میں مطالعہ قرآن کی صورت حال“ کے عنوان سے ۱۱ نومبر ۲۰۱۳ کو ایک سہ روزہ کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں افتتاحی و اختتامی تقریب کے علاوہ آٹھ عمومی نشستیں ہوئیں۔ ان نشستوں میں درج ذیل عمومی عنادوں میں سے ہر ایک پر متعدد مقالات پیش کیے گئے: (۱) پاکستان میں قرآن فہمی کے سلسلے میں اداروں کی خدمات (۲) منابع و طرق / ذرائع ابلاغ (۳) فہم قرآن کی مشکلات، رکاوٹیں اور حل (۴) دورہ ہائے قرآنی، دورہ ہائے تفسیر اور تخصصات قرآنی (۵) پاکستان میں مطالعہ قرآن کی صورت حال: تجاویز اور جائزے (۶) خواتین میں فہم قرآن کا فروغ (۷) عصری اداروں میں قرآنی نصاب اور مراحل تعلیم (۸) دینی مدارس میں قرآنی نصاب اور مراحل تعلیم۔

اس سہ روزہ کانفرنس میں مجموعی طور پر چالیس مقالات پڑھے گئے اور کانفرنس کے اختتام پر سفارشات بھی پیش کی گئیں۔^(۴) تاہم یہ مقالات ابھی تک ادارے کے کسی رسالے یا کتابی شکل میں شائع نہیں ہو سکے۔

۱۲۲ اپریل ۲۰۱۵ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے ادارے کے یوم تاسیس کی مناسبت سے ”اعتدال پسندانہ اسلامی ثقافت کے فروغ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کا کردار“ کے عنوان سے ایک قومی سیکنڈ ایوارڈ ایوارڈ کیا، جس میں سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق، قائد ایوان بالا، پاکستان، سردار محمد یوسف، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور و مذہبی ہم آئینگی، پاکستان، پروفیسر ڈاکٹر معصوم یاسین زئی، ریکٹر مین الاقوای اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر احمد بن یوسف الدربیولیش، صدر مین الاقوای اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد اور ادارہ تحقیقات اسلامی کے سابقہ سربراہ ایمان اور محققین نے شرکت کی۔ مہمانان خصوصی نے ادارہ تحقیقات اسلامی کے کردار اور علمی سرگرمیوں کی تعریف و تحسین کی۔ اس موقع پر پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ڈائریکٹر جرزل، ادارہ تحقیقات اسلامی نے ”اعتدال پسندانہ

اسلامی ثقافت کے فروغ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کا کردار“ کے موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ بھی پیش کیا۔ پروگرام کے آخر میں مہماں خصوصی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے سابقہ صدور اور ادارہ تحقیقات اسلامی کے سابقہ سربراہان و محققین کو یادگاری تھائے پیش کیے گئے۔ پروگرام کے بعد مہماں خصوصی نے ادارہ تحقیقات اسلامی کی بالصور تاریخی گلیری اور ادارہ تحقیقات اسلامی کے مرمت و اضافہ شدہ چھاپے خانے کا افتتاح بھی کیا۔^(۳۳)

ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۲۰۱۶ء کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے عالمی ادارہ برائے اسلامی معاشیات (III) کے اشتراک سے ”پاکستان میں اسلامی بیکاری اور مالیت: امکانات اور تحدیات“ (Islamic Banking and Finance in Pakistan: Prospects and Challenges) کے عنوان سے ایک قومی سیکنڈری انعقاد کیا، جس سے عزت آب منون حسین، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، سعید احمد، ڈپٹی گورنر جزل، اسٹیٹ بینک آف پاکستان، مفتی محمد رفیع عثمانی، صدر جامعہ دارالعلوم کراچی، جاوید اظہر، سینئر والٹس پریزیڈنٹ، اسلامک بینکنگ اینڈ فناں، زرعی ترقیاتی بینک لمبڑ، اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر اعتزاز احمد، ڈائریکٹر عالمی ادارہ برائے الدربیلش، صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ڈائریکٹر جزل، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد اور پروفیسر ڈاکٹر اعzaز احمد، ڈائریکٹر جزل، ادارہ تحقیقات اسلامی نے خطاب کیا، مقالات پڑھے اور پاکستان میں سودے سے پاک معاشی نظام کے امکانات، کوششوں اور مسائل کا جائزہ لیا۔^(۳۴)

ادارہ تحقیقات اسلامی اور شعبہ اسلامیات، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان کے اشتراک سے ”دستوری نظام اور اسلامی نقطۂ نظر سے ریاستی اداروں کی تشكیل نو“^(۳۵) کے عنوان سے ۲۰۱۷ء مارچ ۱۷ء کو بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان میں دوروں میں اسلامی کافر کافر نس کا انعقاد ہوا۔

کافر نس کے اهداف میں اسلامی فکر میں دستوری نظام (constitutionalism) کے تصور کا مطالعہ کرنا، بیشاقِ مدینہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلم ریاستوں میں دستوری نظام کی تاریخ کا مطالعہ کرنا، جدید قومی ریاستوں

33— http://www.iiu.edu.pk/?page_id=17702.

34— “Performance Report of Islamic Research Institute (2014-2017), as Approved by IRI Council in Its Eleventh Meeting Held on October 27, 2017,” unpublished document, 15-17; iri.iiu.edu.pk/index.php/2016/04/19/1931.

35— “Constitutionalism and Reconstruction of State Institutions in an Islamic Perspective.”

کے ساتھ اسلامی دستور کی ہم آہنگی اور مطابقت کا تجربہ کرنا، اور دستور سازی کے اسلامی اصولوں کی روشنی میں ریاستی اداروں کی تشکیل نو کے سلسلے میں رہنمائی فراہم کرنا شامل تھا۔ اس کا نفرنس میں پاکستان کے علاوہ سعودی عرب، اردن، مصر، ترکی، برطانیہ اور بھارت سے مندو بین نے شرکت کی اور اردو، عربی اور انگریزی زبان میں چھپنے مقامات پیش کیے۔^(۳۶) ان مقامات میں سے کچھ منتخب مقامات بہاؤ الدین زکریا یونی ورستی، ملتان کے پاکستان جوئی آف اسلامک ریسرچ کے خصوصی شمارے (دسمبر ۲۰۱۷ء) میں شائع ہو چکے ہیں جب کہ بعض دیگر مقامات ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے انگریزی رسائل اسلامک اسٹڈیز میں اشاعت کے لیے نقد و تبصرہ کے مرحلے سے گزر رہے ہیں۔

۵ مئی ۲۰۱۷ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے پروفیسر ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری مرحوم، سابق ڈائریکٹر جزل، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی زندگی اور علمی کارناموں کی یاد گاریں ایک قومی سیکنی نار کا انعقاد کیا، جس سے قائد ایوان بالاعزت مآب راجہ ظفر الحق، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق سربراہ پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود، سینئر صحافی مجیب الرحمن شامی، حفیظ اللہ نیازی، اور خورشید احمد ندیم، پروفیسر ڈاکٹر معصوم یاسین زئی، ریکٹر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورستی، اسلام آباد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ڈائریکٹر جزل، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے خطاب کیا اور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری مرحوم کی زندگی کے مختلف گوشوں اور ان کی دینی و علمی خدمات پر روشنی ڈالی۔^(۳۷)

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۶ مئی ۲۰۱۷ء کو ”یثاق مدینہ کی روشنی میں پاکستانی معاشرے کی تشکیل نو“ کے عنوان سے ایک قومی سیکنی نار کا انعقاد کیا، جس میں پاکستان کے مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام مثلاً پروفیسر ڈاکٹر مفتی مسیب الرحمن نعیمی، مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا محمد حنیف جالندھری اور مفتی نعیم احمد نے شرکت کی۔ صدر بین الاقوامی اسلامی یونی ورستی، اسلام آباد، پروفیسر احمد بن یوسف الدر یویش نے علماء کرام کو خوش آمدید کہا اور اس بات پر زور دیا کہ آج ہمیں امن، سکون اور ہم آہنگی حاصل کرنے کے لیے یثاق مدینہ کی روشنی میں اپنے معاشرے کی تشکیل جدید کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے یثاق مدینہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسلام میں تشدد، انتہا پسندی، تحریک کاری اور فرقہ واریت کی کوئی گنجائش نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا پیغام امن، عدل، دوسروں کے احترام اور قانون کی بالادستی پر مشتمل ہے۔

36— “Performance Report of Islamic Research Institute (2014-2017),” 20-23.

37— <http://iri.iiu.edu.pk/index.php/2017/07/20/dr-marcia-c-hermansen-delivered-a-lecture-on-muslim-theologians-of-non-violence/>.

یہی نار میں شریک علماء کرام نے بیانِ مدینہ کی روشنی میں مسلم معاشرے کی تشكیلِ جدید کے بارے میں اپنی آراء کا اظہار کیا اور اس سلسلے میں مختلف تجویز پیش کیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ قانون کی بالادستی کے بغیر معاشرے میں امن قائم نہیں ہو سکتا، نیز انہوں نے متفقہ طور پر اعلان کیا کہ تشدید کی ترغیب دینا، افواجِ پاکستان کے خلاف ہتھیار اٹھانا، کسی کو کافر قرار دے کر اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے عوام کو اکسانا اور بے گناہ شہریوں اور افواجِ پاکستان پر خود کش حملہ کرنا قرآن و سنت کی روشنی میں ناجائز ہے۔ علماء کرام کے اس متفقہ فتویٰ کو پیغامِ پاکستان کا نام دیا گیا، جسے اس یہی نار کی اختتامی تقریب میں پڑھ کر سنایا گیا۔

یہی نار کی اختتامی تقریب میں عزتِ مآبِ ممنون حسین، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، پروفیسر ڈاکٹر مختار احمد، چیئرمین ہائراً بیجو کیشن کمیشن آف پاکستان، پروفیسر ڈاکٹر موصوم یاسین زی، ریکٹر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر احمد بن یوسف الدریویش، صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، ڈائریکٹر جزل، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے خطاب کیا۔ مفتی محمد رفعی عثمانی نے یہی نار میں شریک تمام علماء کرام کے دستخط شدہ فتویٰ کو پڑھ کر سنایا۔ اس فتویٰ نے دہشت گردی اور انہا پسندی کی مذمت کی، خود کش حملہ آوروں اور ان کے سہولت کاروں کو غدار و طن قرار دیا، جہاد کو صرف ریاست کا حق قرار دیا اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے نام پر جبر کو ناجائز قرار دیا۔

صدر پاکستان نے اپنے خطاب میں پیغامِ پاکستان کے اس متفقہ اعلاییے کو انہا پسندی، نفرت اور دہشت گردی کے بیانیے کا جوابی بیانیہ قرار دیا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ یہ پیغامِ امن، ہم آہنگی اور دوسروں کے احترام کو فروغ دے گا اور پاکستان اور امت مسلمہ کے بارے میں اقوامِ عالم کی غلط فہمیوں کو دور کرے گا۔ انہوں نے دہشت گردی اور انہا پسندی کے بیانیے کا جوابی بیانیہ تیار کرنے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قائدانہ کردار کو سراہا، نیز انہوں نے ”پیغامِ پاکستان“ کو قیامِ پاکستان کے بعد ملکی تاریخ کا اہم ترین واقعہ قرار دیا^(۳۸)، جس میں تمام مکاتب فکر کے سرکرده علماء کرام نے دہشت گردی، تشدید اور فرقہ واریت کے خلاف متفقہ فتویٰ جاری کیا۔

چون کہ کسی بھی معاشرے کی تعمیر و تشكیل میں اس کے تعلیمی اداروں بالخصوص اعلیٰ تعليمی اداروں کا کردار مخفی نہیں ہے، اس لیے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ہائراً بیجو کیشن کمیشن کے تعاون سے ۲۰ نومبر ۲۰۱۷ء کو

38— <http://iri.iiu.edu.pk/index.php/2017/08/04/national-seminar-on-reconstruction-of-pakistani-society-in-the-light-of-madina-charter-and-announcement-of-paigham-e-pakistan-message-of-pakistan/>.

”تشدد، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے جوابی قومی بیانے کے فروغ میں یونی ور سٹیوں کا کردار“ کے عنوان سے ایک قومی سیکی نار کا انعقاد کیا، جس میں ملک بھر کی جامعات کے تقریباً اسی وائس چانسلر نے شرکت کی اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے تجویز اور حل پیش کیے۔ وزیر مواصلات حافظ عبدالکریم، وزیر برائے انسانی حقوق ممتاز احمد تارڑ اور سینئر مشاہد حسین سید نے بھی سیکی نار میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سیکی نار کے اختتامی اجلاس میں ایک متفقہ اعلامیہ جاری کیا گیا، جس میں اخلاقیات، سماجی اقدار اور اختلاف کے آداب کو تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل کرنے پر زور دیا گیا۔ شرکائے سیکی نار نے اس بات کا اظہار کیا کہ فرقہ وارانہ نفرت اور دوسروں پر اپنے نظریات تھوپنا شریعت اور دستور پاکستان کے خلاف ہے۔ اس اعلامیے میں مزید کہا گیا کہ پاکستان کی سرزی میں نفرت انگلیزی یاد ہشت گردی کی تربیت جیسی منفی سرگرمیوں کے لیے کسی صورت استعمال نہیں ہونی چاہیے اور نوجوانوں کو مفید علمی سرگرمیوں اور پیشہ واریت، اخلاقی کردار اور برداشت کو فروغ دینے والی مصروفیات میں مشغول رکھنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یونی ور سٹیوں کے ڈائریکٹر میں آف اسٹوڈنٹس کو خصوصی اقدامات کرنے کا کہا گیا۔ غرض تمام شرکائے سیکی نار نے نفرت، انتہا پسندی اور تشدد کے خلاف یک جھنی کا اعلان کیا۔^(۳۹)

ذکورہ بالاجائز سے معلوم ہوتا ہے کہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اکیسویں صدی کے آغاز سے ۲۰۱۷ء تک تقریباً نیس عدد قومی اور بین الاقوامی سطح کی کافرنسos اور سیکی نارز کا انعقاد کیا۔ اگر موضوعاتی لحاظ سے دیکھیں تو یہ پروگرام قرآن، حدیث، سیرت، فقہ اسلامی، اسلام اور سائنس، اسلامی معاشیات و بینک کاری اور مسلم شخصیات کی خدمات سے لے کر پاکستانی ادب، مذہبی تعلیم، ذرائع ابلاغ اور پاکستانی معاشرے اور ادارے جیسے موضوعات پر محیط ہیں۔ ان موضوعات میں سے آخر الذکر موضوع پر پائچ، مسلم شخصیات کی خدمات پر تین، قرآن کریم، فقہ اسلامی اور اسلامی معاشیات و بینک کاری پر دو اور بقیہ موضوعات پر ایک ایک کافرنس یا سیکی نار منعقد ہوا۔ قرآن کریم سے متعلق کافرنس ”بر صغیر میں تجمہ قرآن کی مشکلات“ اور ”پاکستان میں مطالعہ قرآن کی صورت حال“ کے موضوعات پر تھیں۔ فقہ اسلامی سے متعلق سیکی نارز میں سے ایک میں اجتماعی اجتہاد اور دوسرا میں بر صغیر میں اسلامی قانونی فکر اور اس کے اداروں کو زیر بحث لایا گیا۔ مسلم شخصیات سے متعلق سیکی نارز میں

سید ابو الحسن علی ندوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کی شخصیات اور خدمات پر روشنی ڈالی گئی۔
سید ابو الحسن علی ندوی سے متعلق یہی نار کے مقالات کتابی صورت میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

پاکستانی معاشرے اور اداروں سے متعلق یہی نار کا نفر نہیں اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں کہ پاکستانی معاشرے اور یاسنی اداروں کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تعمیر و تشكیل ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ نیز گذشتہ چند سالوں میں مسلم معاشروں میں بالعموم اور پاکستانی معاشرے میں بالخصوص مختلف طبقات کے درمیان فکری بعد کے پیدا ہونے اور انہا پسندی اور عدم برداشت کے رجحانات کے فروغ کی وجہ سے وطن عزیز کے معروضی حالات بھی اس بات کے مقاضی تھے کہ اسلام کے معتدل نقطہ نظر کو اجاگر کر کے معاشرے میں امن، رواداری اور اعتدال پسندی کے رجحانات کو فروغ دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۱۴۲۲ء کو ”اعتدال پسندانہ اسلامی ثقافت“ کے عنوان سے ایک قومی یہی نار منعقد کر کے پاکستان میں اعتدال پسندانہ اسلامی ثقافت کے فروغ میں اپنے قائدانہ کردار کو اجاگر کیا۔ اسی سلسلے کی اگلی کڑی کے طور پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۱۴۲۷ء کو ”بہباد الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان کے اشتراک سے ”دستوری نظام اور اسلامی نقطہ نظر سے ریاستی اداروں کی تشكیل نو“ کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس کے پس منظر میں بھی یہی فلسفہ کار فرمان نظر آتا ہے کہ پاکستان کے ریاستی اداروں کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایسے انداز سے تشكیل نو کی جائے کہ وہ سماج کے تمام طبقات کا اعتماد حاصل کر سکیں اور امن و امان کے قیام، رواداری، معاشری و سماجی عدل و انصاف اور انسانی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے فعال کر دار ادا کر سکیں۔

اپنے اسی مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۱۴۲۶ء کو ”یثاق مدینہ کی روشنی میں پاکستانی معاشرے کی تشكیل نو“ کے عنوان سے ایک یہی نار منعقد کیا اور پاکستانی معاشرے میں دہشت گردی اور انہا پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے سامنے بند باندھنے کے لیے پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے سر کرده علماء کرام کی مشاورت سے انہا پسندی اور دہشت گردی کے بیانے کا ایک متفقہ جوابی بیانیہ تیار کیا۔ اس جوابی بیانیے کو ”پیغام پاکستان“ کا نام دیا گیا، جس میں دہشت گردی اور انہا پسندی کی مذمت کرتے ہوئے خود کش حملہ آوروں اور ان کے سہولت کاروں کو غدار وطن اور جہاد کو صرف ریاست کا حق قرار دیا گیا۔ ”پیغام پاکستان“ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صدر مملکت عزت مآب ممنون حسین نے اسے قیام پاکستان کے بعد ملکی

تاریخ کا اہم ترین واقعہ قرار دیا۔ پیغام پاکستان مزید کئی سو علماء کرام کے دستخطوں کے ساتھ اردو اور انگریزی میں اشاعت کے آخری مرحلے میں ہے۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اعتدال پسند معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے نہ صرف دینی طبقے اور دینی مدارس کے ذمہ داران کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا بلکہ ملک کی اعلیٰ عصری دانش گاہوں کے نمائندوں کی اس سلسلے میں رہنمائی کے لیے بھی ایک قومی سیکی نار کا انعقاد کیا۔ ادارے نے ملک کی تقریباً ۸۰ جامعات کے سربراہان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے ایک متفقہ اعلامیہ جاری کیا، جس کی سفارشات پر اگر صحیح طریقے سے عمل درآمد کیا جائے تو نہ صرف اعلیٰ تعلیمی اداروں سے انتہا پسندی اور عدم برداشت کے رجحانات کا خاتمه ہو سکتا ہے، بلکہ یہ ادارے پورے معاشرے سے منفی رجحانات کے خاتمے اور اعلیٰ اسلامی اتدار، رواداری، سماجی انصاف اور انسانی حقوق کے تحفظ میں بھی بھرپور کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کافر نسوں اور سیکی ناز کی افادیت اور اثر انگریزی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کافر نسوں اور سیکی ناز میں پیش کردہ مقالات علمی جرائد میں یا اتنابی صورت میں شائع ہوئے یا نہیں۔ اس پہلو سے دیکھیں تو ادارے کی انیں کافر نسوں اور سیکی ناز میں سے پانچ کے منتخب مقالات کتابی صورت میں، چار کے مقالات ادارے کے مجلات میں، ایک کے مقالات مذکورہ بالادونوں صورتوں میں اور نو کے مقالات کسی بھی شکل میں شائع نہیں ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ادارے کی تقریباً نصف کافر نسوں اور سیکی ناز کے مقالات کسی بھی صورت میں شائع نہیں ہو سکے۔ یہ ایک قابل توجہ پہلو ہے، کیونکہ علمی مغلبوں کے معاشرے پر دوسرے اور دیہ پاڑھاتے اسی صورت میں مرتب ہو سکتے ہیں جب ان میں پیش کردہ مقالات تحریری شکل میں شائع ہو کر اہل علم اور عوام تک پہنچیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ادارے کی کافر نسوں اور سیکی ناز کے جو مقالات شائع ہوئے ہیں وہ عموماً اصل پروگرام کے انعقاد کے دو سے چار سال بعد شائع ہوئے ہیں۔ مقالات کی اشاعت میں تاخیر سے نہ صرف یہ کہ مقالات کی افادیت میں کمی آتی ہے، بلکہ اس سے مقالہ نگاروں کی حوصلہ شکنی بھی ہوتی ہے۔ اس لیے اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اول تو کافر نسوں اور سیکی ناز میں صرف ایسے مقالات قبول کیے جائیں جو بعد میں اشاعت کے قابل ہوں۔ دوسرے انھیں جلد از جلد ترتیب و تدوین کے مرحلے سے گزار کر شائع کیا جائے۔

مذکورہ بالا کافر نسوں اور سیکی ناز کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ان میں سے متعدد پروگرامز ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے بذاتِ خود منعقد کیے ہیں اور اگر ان میں کسی دوسرے ادارے کا اشتراک رہا ہے تو وہ مالی تعاون تک محدود رہا

ہے۔ البتہ ترجمہ قرآن کی مشکلات سے متعلق کانفرنس اور ”دستوری نظام اور اسلامی نقطہ نظر سے ریاستی اداروں کی تشكیل نو“ کے عنوان سے منعقدہ یہی نار میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا اشتراک ٹھانوی نو عیت کا رہا ہے۔ ان میں سے اول الذکر کے انعقاد میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے کلیتہ اللغۃ العربیۃ کے شعبہ ترجمہ و ترجیمانی نے اور ثانی الذکر میں بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان کے شعبہ اسلامیات نے مرکزی کردار ادا کیا ہے۔

زمانی تسلسل کے اعتبار سے اکیسویں صدی کے سترہ سالوں کے دوران ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کانفرنسوں اور یہی نارز کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ادارے نے ۲۰۱۷ء میں چار، ۲۰۰۰ء میں تین، ۲۰۰۳ء میں دو اور ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۵ء، ۲۰۰۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۵ء میں ایک ایک کانفرنس یا یہی نار کا انعقاد کیا، جب کہ ۲۰۰۱ء، ۲۰۰۲ء، ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۸ء کے سال کانفرنسوں اور یہی نارز جیسی علمی سرگرمیوں سے خالی رہے۔

ترتیبی و رکشاپس

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی ایک اہم علمی سرگرمی علمی و فنی موضوعات پرورکشاپس کا انعقاد ہے۔ ادارے نے اپنے ابتدائی دور میں اہل علم کی عموماً اور ادارے کے محققین کی خصوصاً تحقیقی و مدوین کے حوالے سے تربیت کے لیے متعدد تربیتی پروگراموں اور پرکشاپس کا انعقاد کیا۔^(۲۰) تاہم یہ پرکشاپس ادارے کی علمی سرگرمیوں کا مستقل حصہ نہ بن سکیں۔ اس قدیم روایت کا احیا کرتے ہوئے اکیسویں صدی میں بھی ادارے نے کئی ایک پرکشاپس کا اهتمام کیا، جن میں سے درج ذیل اہم ہیں۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۰۰۸ کے اوخر اور ۲۰۰۹ کے اوائل میں ادارے کے زیر تربیت محققین کو حوالہ نگاری کے جدید علمی اسالیب سے روشناس کرنے کے لیے ایک غیر رسمی تربیتی کورس کا اهتمام کیا، جس میں ادارے کے ڈائریکٹر جزل ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے حوالہ نگاری، کتابیات کی تیاری، تکنیکی اسلوب نگارش اور رموزِ اوقاف جیسے فنی پہلوؤں کے بارے میں شرکائے کورس کو تربیت دی۔ یہ کورس تقریباً دو ماہ جاری رہا۔^(۲۱)

۲۰۔ خالد مسعود، ”ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اغراض و مقاصد“، ۹۶۲ء؛

Islamic Research Institute, *Hand Book and Master Plan* (Islamabad: Islamic Research Institute, 1980), 78-84; Islamic Research Institute, *Report: Workshop on Technical Editing, Islamabad, March 4-7, 1985* (Islamabad: Islamic Research Institute, 1986).

۲۱۔ اخبار تحقیق، ش ۲۵، جنوری تاریخ، ۲۰۰۹ء۔

اسی سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے ادارہ تحقیقات اسلامی نے مخطوطات کی ایڈیٹنگ کے حوالے سے ۷ اپریل ۲۰۱۳ سے ۳۱ مئی ۲۰۱۴ کے دوران ایک شارت کورس کا اہتمام کیا، جس میں ادارے کے شعبہ مخطوطات کے سربراہ ڈاکٹر مصطفیٰ امام نے شرکائے کورس کو مخطوطات کی ایڈیٹنگ کے نظری و عملی پہلوؤں کے بارے میں تربیت دی۔ کورس کے اختتام پر شرکائے کورس کو اسناد بھی دی گئیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی نے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے تعاون سے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اور منہج“ کے عنوان سے ایک تین روزہ ورکشاپ کا اہتمام کیا، جس میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اور دیگر جامعات کے طلباء و طالبات نے شرکت کی۔ اس ورکشاپ میں درج ذیل عنوانات پر اہل علم نے شرکاء ورکشاپ کو رہنمائی فراہم کی: ”اخلاقیات اور تحقیق کا باہمی ربط“، ”علوم القرآن اور تفسیری ادب میں معیارات تحقیق“، ”اسلامی تحقیق: مقاصد اور معیارات“، ”أصول بحث و تحقیق علوم شرعیہ“، ”وسائل تحقیق (لابریری، علمی رسائل، آرکائیو اور انٹروین) کا استعمال“، ”علمی سرقہ سے گریز“، ”تحقیقی مقالے کے موضوع کا انتخاب: دستیاب لٹریچر کا جائزہ اور خاکہ تحقیق کی تیاری“، ”منہج ابحث الفہی“، ”اہل مغرب کے معیارات تحقیق“، اور ”حدیث، سیرت اور تاریخ اسلامی میں اسلامی اور مغربی منہج تحقیق“۔ پاکستانی اہل علم کے علاوہ بھارت سے پروفیسر ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی اور ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے بھی ورکشاپ کے دوران طلباء و طالبات کی رہنمائی کی۔

۱۶ نومبر ۲۰۱۵ء سے ۲۶ مارچ ۲۰۱۶ء کے دوران ادارہ تحقیقات اسلامی نے ”اعلیٰ معیار کی تحقیق کی تخلیق کے لیے خاکہ تحقیق، مواد کی جمع آوری، تحریری مہارتوں اور تکنیکی تدوینیں سے متعلق آزمائش بیانیوں پر چھ تربیتی ورکشاپس“ کا اہتمام کیا، جن میں سے ہر ورکشاپ کا دورانیہ ایک ہفتہ تھا۔ ان میں سے تین ورکشاپس میں طلباء اور تین ورکشاپس میں طالبات نے شرکت کی۔ یہ ورکشاپس تو ضمیحی نویعت کی تھیں، جن میں خاکہ تحقیق، مواد کی تلاش و جمع آوری، تحریری مہارتوں اور تکنیکی تدوینیں سے متعلق طلباء اور محققین کو پیش آنے والی مشکلات کو زیر بحث لاکر انھیں دور کرنے کے سلسلے میں رہنمائی فراہم کی گئی۔^(۲۲)

ان تربیتی ورکشاپس کا بنیادی مقصد انسانی اور سماجی علوم سے متعلق بالعموم اور اسلامی علوم سے متعلق بالخصوص تحقیقات میں مختلف منائج تحقیق کے اطلاق کی صورت میں پیش آنے والے مسائل کی نشان دہی کرنا اور انھیں حل کرنا تھا، نیز ان کا ایک مقصد خاکہ تحقیق، مواد کی جمع آوری، تحریری مہارتوں اور تحقیقی کام کی

تکنیکی تدوین سے متعلق محققین کی صلاحیتوں میں اضافہ کرنا بھی تھا۔ ان ورکشاپس میں مختلف تدریسی اسالیب مثلاً درس، باہمی تعامل پر مشتمل نشستیں، جماعتی بحث و مباحثہ، پریزینٹیشنز اور قصیر المیعاد منصوبوں پر جماعتی کام کو اختیار کیا گیا۔ ورکشاپس کے ابتدائی حصے میں شرکاء کو تحقیق کی مختلف قسموں اور منابع سے متعارف کروایا گیا اور کلاسیکی اسلامی منابع تحقیق کی وضاحت پر خاص طور پر زور دیا گیا۔ نظری پہلوؤں سے متعلق تربیتی نشستوں کے بعد باہمی تعامل پر مشتمل نشستوں کا اهتمام کیا گیا جن میں شرکاء کو عملی طور پر حصہ لینے اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے موقع فراہم کیے گئے۔ ان ورکشاپس سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد اور دیگر جامعات کے دوسو سے زائد طلباء طالبات نے استفادہ کیا۔^(۲۳)

تحقیق و تدوین سے متعلق ورکشاپس کے اس آزمائشی منصوبے کی کامیابی اور حوصلہ افزاتائج کے پیش نظر اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کونسل نے اپنے گیارویں اجلاس منعقدہ ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۷ء میں ادارہ کی درج ذیل تین ورکشاپس کا مستقل بنیادوں پر انعقاد کروانے کی منظوری دی ہے:

- (1) Undergraduate Training on Research and Technical Writing
- (2) Postgraduate Training on Academic Research and Scientific Writing
- (3) International Postdoctoral Fellowship^(۲۴)

ان تربیتی ورکشاپس اور پوسٹ ڈاکٹورل فلیو شپ کے لیے ضروری تیاری مکمل ہو چکی ہے اور ان کے اعلان واشتہار کے جواب میں بہت سی درخواستیں موصول ہو چکی ہیں، جن کی جانچ پر ہتال کا سلسہ جاری ہے اور امید ہے کہ ۲۰۱۸ء کے شروع میں ان پروگراموں کا بھرپور طریقے سے آغاز ہو جائے گا۔

علمی محاضرات

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں علمی محاضرات اور سیکھی نازکی صورت میں علمی سرگرمیوں کا آغاز ادارے کے ابتدائی زمانے ہی میں ہو گیا تھا، چنان چہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی سربراہی کے ابتدائی ایام ہی میں ادارہ میں باقاعدہ ہفتہ وار سیکھی نار منعقد کیے جانے لگے جن میں مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفت گو اور مذاکرہ ہوتا، جس

44- “Research and Writing Training Programmes, as Approved by IRI Council in Its Eleventh Meeting Held on October 27, 2017,” unpublished document, 1-17.

میں پوری آزادی کے ساتھ تحقیقاتی عملہ کے ارکان حصہ لیتے اور جو نیز اسکالروں کی خاص طور پر حوصلہ افزائی کی جاتی۔^(۲۵) بیسویں صدی میں جن اہم شخصیات نے ادارے میں تشریف لا کر رفتے ادارہ کو اپنی علمی آراء سے مستفید کیا اور ان سے تبادلہ خیال کیا ان میں (۱) سید محمد امین الحسین، مفتی اعظم فلسطین و صدر مؤتمر العالم الاسلامی (۲) شیخ عبد اللہ الندیم الجسر، فقیہ اعظم و مفتی لبنان (۳) چودھری محمد علی، سابق وزیر اعظم پاکستان (۴) جمیں اے۔ آر۔ کار نیلیں، سابق چیف جسٹس آف پاکستان (۵) پروفیسر آر۔ بی۔ سارجنت، پروفیسر عربی، یونیورسٹی یونیورسٹی (۶) ڈاکٹر محمود شلتوت، سابق شیخ الازہر، مصر (۷) ڈاکٹر صلاح الدین مخدی، لبنان (۸) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، پیرس (۹) پروفیسر ولفریڈ کینٹ ولیں اسمتح (۱۰) پروفیسر مٹھمری والٹ اور سید حسین نصر وغیرہ شامل ہیں۔

علمی محاضرات کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ان علمی محاضرات کے انعقاد کی ذمہ داری ادارے کے کسی رفیق کا رکوسونپی جاتی ہے، جسے عام طور سے سیکرٹری یعنی نار کے نام سے موسم کیا جاتا ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ وقت فرماں اہل علم علمی موضوعات پر اپنی تحقیقات ادارے کے رفتاء کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ علمی محاضرات کے ذیل میں ادارے کے رفتاء کار بھی اپنی تازہ ترین تحقیق کے نتائج کا دیگر اہل علم کے ساتھ تبادلہ کرتے ہیں اور یوں اہل علم کی صحت مندانہ تنقید ان کی تحقیق کے معیار کو بلند کرنے میں مدد ثابت ہوتی ہے۔ ادارے کے رفتاء کار کے علاوہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے دیگر شعبوں اور کلیات کے اساتذہ اور محققین بھی اسلام سے متعلق اپنی تحقیقات علمی محاضرات کی صورت میں گاہے گاہے ادارے کے رفتاء کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ نیز دیگر شہروں بلکہ دیگر ممالک سے اسلام آباد آنے والے مہمان محققین بھی ادارے کا دورہ کرتے رہتے ہیں اور اکثر علمی محاضرات کے ذریعے اپنی تازہ ترین تحقیقات کا ادارے کے رفتاء کے ساتھ تبادلہ کرتے ہیں۔ اس علمی تبادلے کے نتیجے میں نہ صرف ان کی اپنی تحقیق کا معیار بلند ہوتا ہے بلکہ ادارے کے محققین کے سامنے بھی تحقیقی کام کی نئی جہتیں کھلتی ہیں۔

ذیل میں گذشتہ چند سالوں کے دوران ادارے میں ہونے والے علمی محاضرات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ ایسٹرن اونائی یونیورسٹی، امریکہ کے پاکستانی تژاد پروفیسر ڈاکٹر محمود ایچ۔ بٹ نے ۱۷ جنوری ۲۰۰۱ء کو ”نصابات تیار کرنے کی تکنیک“ پر ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک علمی محاضرہ دیا۔^(۲۶) اس علمی محاضرے کے چند دن بعد ۲۳ جنوری ۲۰۰۱ء کو ڈاکٹر عصمت اللہ، استٹمنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقات اسلامی نے ”پوسٹ مارٹم: اسلامی

- ۲۵ - بزمی انصاری، ”ادارہ تحقیقات اسلامی“، ۹۵۰۔

- ۲۶ - اخبار تحقیق، ش ۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۲ء۔

قانون کے تناظر میں” کے عنوان سے ایک مقالہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی علمی سرگرمیوں کے سلسلے میں پیش کیا۔^(۴۷) مقالہ نگارنے جدید دور میں پوست مارٹم کے اغراض و مقاصد اور اس کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے ان فقہی مسائل کا جائزہ لیا جس میں مردہ انسان کے جسم کی چیر پھالڑ کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں فقهاء نے گفتگو کی ہے۔ ڈاکٹر عصمت اللہ کی رائے میں تعلیمی، عدالتی اور تشخصی مقاصد کے لیے پوست مارٹم جدید سائنس کا مسئلہ ہے، جس کی نظریہ کلاسیکی کتب فقہ میں نہیں ملتی، تاہم چوں کہ یہ مقاصد شریعت کی نظر میں معترض ہیں اس لیے ان اغراض و مقاصد کے لیے پوست مارٹم میں حرج نہیں ہونا چاہیے۔ بعد ازاں یہ مقالہ ادارے کے اردو تحقیقی مجلہ فکر و نظر میں شائع ہوا۔^(۴۸)

بدیع الزمان سعید نوری (م۔ ۱۹۶۰) جدید ترکی کے عظیم مصلح گزرے ہیں۔ ان کی تحریریں رسائل نور کے نام سے معروف ہیں اور جدید ترک معاشرے کی دینی فکر پر ان کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ رسائل نور ریسرچ سینٹر، استنبول کے ڈائریکٹر احسان قاسم الصالحی نے ۱۹۰۱ء کو ”ترکی میں نوری کی تعلیمی اور ثقافتی سرگرمیاں“ کے موضوع پر رفقاء ادارہ کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔^(۴۹) فاضل مقرر کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے تمام رسائل نور کا ترکی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کر کے بدیع الزمان سعید نوری کے افکار کو عرب دنیا میں متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر صہیب حسن، سیکرٹری، اسلامک شریعہ کو نسل، برطانیہ نے ۶ جون ۲۰۰۱ء کو ”برطانیہ میں مسلمان خاندانوں کے مسائل: اسباب اور حل“ کے موضوع پر گفتگو کی۔^(۵۰)

اسلام اور مسیحیت میں وحی کے تصور کا تقابلی مطالعہ دونوں مذاہب کی تعلیمات کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے محقق مدثر علی نے ۱۶ جولائی ۲۰۰۱ء کو ”عیسائیت میں وحی کا تصور“ کے موضوع پر ایک مقالہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے بتایا کہ دیگر الہامی مذاہب کی طرح عیسائیت بھی وحی پر یقین رکھتی ہے اور بائیبل کو الہامی کلام تصور کرتی ہے، مگر وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اس قدر تبدلی ہو گئی کہ عیسائیت کی اصل تعلیمات محفوظ نہ رہ سکیں۔^(۵۱) اسلام اور دیگر مذاہب میں تصور وحی کا مطالعہ فاضل مقالہ نگار کا اختصاصی

-۴۷- نفس مصدر۔

-۴۸- عصمت اللہ، ”پوست مارٹم اور اس کی شرعی حیثیت“، فکر و نظر، ۲۲: ۳۳ (۲۰۰۷ء)، ۲۷-۳۸۔

-۴۹- اخبار تحقیق، ش ۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۲ء، ۷۔

-۵۰- نفس مصدر۔

-۵۱- نفس مصدر، ش ۱، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۱ء، ۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۲ء، ۷۔

مضمون ہے، جس پر ان کی کئی ایک تحریریں منظر عام پر آچکی ہیں۔^(۵۲) اسی سال ۳۰ جولائی ۲۰۰۰ء کو ڈاکٹر سفیر اختر، چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ”پاکستان کے مذہبی مکاتب فکر: اہل حدیث“ کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔^(۵۳)

۲۰۰۳ء میں ہارت فورڈ سیمیناری امریکہ میں قائم سینٹر فار اسٹڈی آف اسلام اینڈ کر سچین مسلم ریلیشنس کے پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم ابو ریج نے ” شمالی امریکہ میں مطالعہ اسلام“ کے موضوع پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک پیچرہ دیا۔ فاضل مقرر نے انسیوس صدی سے موجودہ دور تک مغرب میں مطالعہ اسلام کی کوششوں کا خاکہ پیش کیا اور بتایا کہ گیارہ تتمبر کے سانحے کامریکہ میں مطالعہ اسلام پر ایک ثابت اثر یہ پڑا کہ وہاں اسلام سے متعلق کتابوں کی طلب میں بے حد اضافہ ہوا۔ ڈاکٹر ابو ریج کی رائے میں مطالعہ اسلام بطور ایک شعبہ علم دورِ جدید کی پیداوار ہے۔ مشرق و سلطی اور دورِ عثمانی میں مسیحی مبلغین کی مساعی اس ضمن میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے مطالعہ اسلام میں یہودی اہل علم کی دل چسپی کا ذکر بھی کیا اور بتایا کہ اس وقت مطالعہ اسلام کے اہم ترین مراکز اسرائیل میں قائم ہیں۔ تاہم انہوں نے اس پر بھی زور دیا کہ مغرب میں علوم اسلامیہ کو عالم اسلام میں علوم اسلامیہ کی تدریس سے مختلف انداز میں پڑھایا جاتا ہے، کیوں کہ مغرب میں مطالعہ اسلام مغرب کے علمی پس منظر، مفروضات اور تقاضوں کے مطابق کیا جاتا ہے۔ فاضل مقرر نے اس طرف بھی توجہ دلائی کی استشراق کے ابتدائی دور میں مستشر قین کو عربی زبان و ادب سے خصوصی شغف تھا، لیکن آج امریکی جامعات میں ایسے لوگ بھی اسلام کے بارے میں پڑھا رہے ہیں، جنہیں عربی یا کسی بھی اسلامی زبان سے واقفیت نہیں ہے۔^(۵۴) مہماں خصوصی، ہمپہن یونیورسٹی، امریکہ میں سیاست کے پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد نے اپنے تبصرے میں بتایا کہ گذشتہ

52. Muhammad Modassir Ali, “The Catholic View of Revelation: A Historical and Analytical Perspective,” *Hawliyyat al-Jami‘ah al-Islamiyyah al-‘Alamiyyah* 17-18 (2010-11): 7-52; Ali, “The Catholic Concept of Revelation since Vatican II and Its Impact on the Christian View of the ‘Other’” (PhD dissertation, Faculty of Islamic Studies, International Islamic University, Islamabad, 2015); Ali, “Revelation in Hinduism: A Muslim Reading,” *al-Basirah* 4, no. 8 (2015): 31-48; Ali, “Making Sense of Dei Verbum: Moslem Reflections on the Relation between Scripture and Tradition,” *DINIKA: Academic Journal of Islamic Studies* 1, no. 1 (2016): 1-30.

۵۳۔ اخبارِ تحقیق، ش، ۲، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۲ء۔

۵۴۔ نفس مصدر، ش، ۹، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۳ء۔

صدی کی ساتویں دہائی میں امریکی جامعات میں اسلام پڑھانے والے صرف تین مسلمان اساتذہ (ڈاکٹر فضل الرحمن، ڈاکٹر اسماعیل فاروقی اور ڈاکٹر حسین نصر) تھے، لیکن اب اس تعداد میں معتقد بہ اضافہ ہو چکا ہے اور ان میں سے کئی ایک اپنے مضمون میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔^(۵۵) پروفیسر متاز نے بعد میں بعض دیگر اہل علم کے ساتھ مل کر امریکی جامعات میں علوم اسلامیہ کی تدریس سے متعلق ایک کتاب بھی مدون کی ہے۔^(۵۶)

۲۰۰۳ء کے آغاز میں مرکز برائے ترقی پسند اسلام کے ڈائریکٹر اور ہارڈورڈ یونیورسٹی، امریکہ کے کلیہ الالہیات کے پروفیسر ڈاکٹر فرید اسحاق نے ”ترقی پسندانہ مسلم نقطہ نظر اور جدید سامراج“ کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک لیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے ترقی پسندانہ اسلام کا مفہوم واضح کرتے ہوئے کہا کہ ان کے نزدیک یہ تصور دو مفہوم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اول یہ کہ اسلام کو ایسے انداز سے سمجھا جائے جو مظلوم اور پسے ہوئے انسانوں کو فائدہ پہنچاسکے۔ دوسرم یہ کہ علم و دانش ور خود کو کتابوں اور درس و تدریس تک محدود رکھنے کی بجائے اپنا اجتماعی و ارثہ کار مقرر کر کے انسانیت کے مسائل کے حل میں اپنا کردار ادا کریں۔ ڈاکٹر فرید اسحاق کی رائے میں ”تشکیل جدید“ کا تصور اسلام کی فکری تاریخ میں کوئی نیا تصور نہیں ہے۔ ہر دور کے مسلمان اسلامی فکر کی تشکیل نو کرتے رہے ہیں، تاہم سوال یہ ہے کہ یہ تشکیل جدید کسی بیرونی دباؤ کے نتیجے میں کی جاتی ہے یا اس کے محركات زمینی حقائق اور معاشرے میں یعنی والے انسانوں کے سماجی و معاشی حالات ہیں۔ انہوں نے اس پر زور دیا کہ مسلم دانش ورولوں کو جدید سامراج کا جائزہ لیتے ہوئے صرف اس کے ثقافتی پہلو تک محدود نہیں رہنا چاہیے، بلکہ اس کے پیچھے کار فرمادی قوتوں، سرمائے کے کردار اور صارفیت (consumerism) پر بھی ناقدانہ نظر ڈالنی چاہیے۔^(۵۷)

اسی برس میں الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ملائیشیا میں نفیسات کے پروفیسر ڈاکٹر ظفر آفاق النصاری اور اسلام آباد کالج فارویین کی ڈاکٹر ممتاز قاطمہ نے بالترتیب ”اخلاقی و روحانی ارتقاء میں خود احتسابی کا کردار: مولانا اشرف علی تھانوی کا نظام“ اور ”تفصیلی رہنمائی“ کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں منعقد ایک علمی نشست میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

۵۵۔ نفس مصدر۔

56 – Mumtaz Ahmad, Zahid Bukhari, and Sulayman Nyang, eds., *Observering the Observer: The State of Islamic Studies in American Universities* (London: International Institute of Islamic Thought, 2012).

ڈاکٹر انصاری نے کہا کہ آج سے تیس چالیس سال پہلے تک مغربی ماہرین نفسیات ایجاد بیت اور کرداریت جیسے فلسفوں کے زیر اثر صرف ان اشیاء کے وجود یا اہمیت کے قائل تھے جنہیں حواس خمسہ سے جانا جاسکتا ہے یا جن پر تجربہ گاہ میں تجربہ کیا جاسکتا ہے، لہذا مذہب کو نفسیاتی حرکات میں کوئی جگہ دینا ناممکن تھا، لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ اب مذہب اور روحانیت کو اہم ترین نفسیاتی حرکات تسلیم کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر انصاری نے بتایا کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے بدلتے ہوئے حالات میں ایک روحانی طریقہ کارپیش کیا۔ مولانا تھانوی کی نظر میں انسانی شخصیت متعدد پر تین رکھتی ہے، مثلاً جسمانی، روحانی اور نفسیاتی۔ ان کا نفسیاتی طریقہ علاج ایک ایسا مکمل اور مربوط نظام تھا جو ان تمام پہلوؤں پر محیط تھا اور اس کا مقصد انسانوں کو اپنی بہترین صلاحیتیں بروے کارلانے میں مدد دینا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے ”خود احتسابی“ یا ”محاسبہ نفس“ کا طریقہ کار مقرر کیا تھا۔ مولانا تھانوی اور دیگر صوفیا نے خود احتسابی کے دو مرحلے بتائے ہیں: معرفت ذات اور عمل۔ پہلے مرحلے میں انسان کو محاسبہ نفس کے ذریعے اپنی روحانی امراض اور ان کی وجوہات معلوم کرنا ہوتی ہیں اور دوسرے مرحلے میں ان کا ازالہ کرنے کے لیے عملی اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔

اس موقع پر ڈاکٹر فاطمہ ممتاز نے نفسیاتی رہنمائی سے متعلق ایک تعارفی جائزہ پیش کیا۔ اس تصور کے خدو خال پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ خود انسان۔ نفسیاتی رہنمائی کے مختلف مقاصد بیان کیے جاتے ہیں مثلاً ثبت تبدیلی کے لیے دوسرے شخص کو متأثر کرنا اور کردار کی تبدیلی میں معاونت وغیرہ۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت نفسیاتی رہنمائی کے لیے دنیا میں تقریباً چار سو مختلف طریقے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر فاطمہ ممتاز نے تکمیل ذات کے تصور جسے دور حاضر میں شہابی امریکہ کے ماہرین نفسیات کے ہاں بڑی مقبولیت حاصل ہے، پر بھی روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا کہ اسلام میں یہ تصور صدیوں سے موجود ہے، کیوں کہ انسان کی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لائے کر ذات کی تکمیل کرنا ہی اسلام کے مطابق سب سے بڑا اخلاقی فریضہ ہے۔^(۵۸)

ڈاکٹر باسط بلاں کوشل، اسٹٹٹ پروفیسر، کونکورڈیا کالج، منی سوٹا، امریکہ نے ۲۰۰۳ء ہی میں ”مسلم دانش دروؤں کا کردار کیا ہونا چاہیے؟“ کے عنوان سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک پیکچر دیا۔ ڈاکٹر کوشل کے نزدیک دانش و راہیں شخص ہوتا ہے، جسے کسی خاص شعبے میں خصوصی تعلیمی مہارت اور معلومات حاصل ہوں۔ مذہبی دانش و مذہب کی تعلیمات اور روایت میں گہرا علم اور تجربہ رکھتا ہے۔ ڈاکٹر کوشل کی رائے میں ایک دو مذاہب

کے علاوہ تقریباً تمام مذاہب میں مذہبی دانش و رکاردار ناگزیر نو عیت کا ہوتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں انسان کی اخروی نجات کا دار و مدار مذہبی دانش و رکار کے مخصوص کردار پر ہوتا ہے۔ تاہم یہودیت اور اسلام میں یہ صورت حال نہیں۔ یہودیت میں مذہبی دانش و رکار اخروی نجات میں کوئی کردار ادا نہیں کرتا، کیونکہ یہودیت میں آخرت کا تصور ہی وضاحت کے ساتھ ملنا بہت مشکل ہے۔ اسی طرح اسلام میں بھی عالم یاد دانش و رکار مسلمانوں کی اخروی فلاح میں کوئی ناگزیر کردار حاصل نہیں۔ ڈاکٹر کوشنل نے فکر اسلامی کی موجودہ صورت حال پر گفت گو کرتے ہوئے معاصر مسلم دانش و رکار کے کردار کو چار اقسام میں تقسیم کیا: (الف) اسلام کی سیاسی تعبیر یا بنیاد پرستی (ب) روایتی اسلام کی نمائندگی (جو ازہر اور دین بند جیسے ادارے بھی کر رہے ہیں) (ج) صوفی اسلام یا اسلام کی روحانی تعبیر و تشریع (د) علمی سرگرمی (انفرادی یا اداروں کے ذریعے)۔ ان تمام اقسام کی نمائندگی کرنے والے دانش و رکاروں میں ایک مشترک چیز حقیقی اسلام کی تلاش یا حقیقی اور غیر حقیقی مسلمانوں میں فرق کرنا ہے۔ نیزاں ایک رہنمائی پایا جا رہا ہے کہ مسلم دانش و رکار کی اور ہر زمان و مکان پر منطبق ہونے والی فکر کا حامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ بھی دیگر مذاہب کے مذہبی دانش و رکار جیسا کردار اپنارہا ہے۔^(۵۹)

اسی عرصے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے شعبہ اسلامی قانون سے وابستہ ڈاکٹر ناصر زیدی نے ایران کے معروف دانش و رکار عبیدالکریم سروش کے افکار کے بارے میں ادارے میں ایک لیپکھر دیا۔ فاضل مقرر نے بتایا کہ ڈاکٹر سروش نے جدید اسلامی فکر کو روایتی اسلامی فکر سے جدا کر کے اسے ایک منہج عطا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں ارتقائے فہم دین کا نظریہ پیش کیا جس پر ایران سمیت دنیا بھر میں جدید علم الكلام کے ماہرین کے درمیان بحث و مباحثہ کا سلسہ جاری ہے۔ سروش کا کہنا ہے کہ مختلف ادوار میں اصلاح پسندوں اور احیائے دین کے علم برداروں کو درپیش بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ دین کے ثابت اور دائنی رخ کو متغیر اور قابل تبدیل رخ کے ساتھ کس طرح ہم آہنگ کیا جائے۔ سروش نے اس مسئلے کا حل اپنے نظریہ قبض و بسط فہم شریعت کے ذریعے پیش کیا ہے۔ فاضل مقرر نے اس نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ دین، فہم دین سے ایک مختلف چیز ہے۔ بالعموم جسے دین کہا جاتا ہے وہ دین نہیں بلکہ فہم دین ہے۔ دین کامل اور عین حق ہوتا ہے، لیکن فہم دین ناکمل اور ناقص ہو سکتا ہے۔ فہم دین انسانی فہم پر بنی ہوتا ہے اور اس میں انسان کی ذاتی خصوصیات کا عمل دخل ہوتا ہے۔ نیزاں دین ایک اضافی چیز ہے جو دوسرے ارتقائیزیر غیر دینی علوم سے متاثر ہوتا رہتا ہے۔

سروش کے اس نظریے کی رو سے دین کی کوئی بھی تعبیر حقیقی نہیں بلکہ اس میں تبدیلی کی گھائش رہتی ہے اور روایتی اجتہاد کے اصولوں میں مزید اجتہاد ممکن ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ اس نظریے کے مطابق عقل انسانی کو فہم دین میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔^(۴۰)

۲۰۰۳ء ہی میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ملائیشیا کے ریکٹر، پروفیسر ڈاکٹر کمال حسن نے ”جنوب مشرقی ایشیا میں جدید اسلامی فکر کے بعض رجحانات“ کے موضوع پر ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک توسمی خطبہ دیا، جس میں انھوں نے جنوب مشرقی ایشیا میں اسلامی فکر کے درج ذیل چار اہم رجحانات کی نشان دہی کی۔

(الف) بنیادی سیاسی رجحان (ب) غیر متنازع علی رجحان (ج) متنازع علی رجحان (د) غیر معیاری رجحان۔

پہلے رجحان کے تحت انھوں نے ملائیشیا کے سابق وزیر اعظم مہاتیر محمد اور مسلم مفکر انور ابراہیم کے افکار اور کردار کا حوالہ دیا۔ اس رجحان کے مطابق اسلام جمہوریت، ملکی ترقی اور قومی تعمیر میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس فکر پر بنی پالیسیوں کا آغاز ۱۹۸۲ء میں ہوا، جن کے نتیجے میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ملائیشیا، غیر سودی بینک کاری اور دیگر اسلامی ادارے وجود میں آئے۔

دوسرے رجحان کے ضمن میں فاضل مقرر نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا بطور خاص ذکر کیا جنھوں نے جدید سماجی علوم کو اسلامی سانچے میں ڈھانلنے کی ضرورت پر زور دیا۔ فاضل مقرر کی رائے میں یہ رجحان ملائیشیا میں بہت مضبوط لیکن انڈونیشیا میں کمزور ہے۔ ملائیشیا میں اس رجحان کی ترویج میں ان مسلم ماہرین کا کافی حصہ ہے، جو قوی ترقی، ملکی صنعت کے فروغ اور ملک کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

تیسرا رجحان کے تحت ڈاکٹر کمال حسن نے جن امور کا ذکر کیا ان میں سے ایک انکارِ حدیث کی تحریک ہے۔ ملائیشیا میں اس تحریک کو زیادہ فروغ ڈاکٹر شاد خلیفہ کی تحریروں سے ہوا۔ اس رجحان کا دوسرا اہم موضوع مسلم خواتین کے حقوق ہیں، اس تحریک کی سرپرستی ”Sisters in Islam“ کی تنظیم، ذرائع ابلاغ خصوصاً ”New Straits Times“ اخبار اور ڈاکٹر ایمنہ ودود کر رہی ہیں۔ انڈونیشیا میں صدر عبدالرحمٰن واحد نے لبرل اسلام جیسی باتوں کو فروغ دیا اور نور خالص مجید نے نو معتریت کو پروان چڑھایا۔

ڈاکٹر کمال حسن نے چوتھے رجحان کے ضمن میں کچھ ایسے گروہوں کا ذکر کیا جو بعض غیر معمولی اور غیر حقیقی باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں مثلاً یہ کہ انھیں کوئی چیز مثلاً گولی وغیرہ ہلاک نہیں کر سکتی اور یہ کہ حضرت

محمد ﷺ سے براہ راست بات چیت کی جاسکتی ہے۔ اس قسم کے گروہوں میں دارالارقم تحریک، المعونہ گروپ اور سیف ڈیفنس گروپ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔^(۱۱)

اسی عرصے میں مرکز برائے اسلام اور سائنس، کینیڈا کے صدر، ڈاکٹر مظفر اقبال نے ”مغرب اسلام کی نظر میں“ کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک پیغمبر دیا، جس میں انھوں نے بتایا کہ مغربی تہذیب اپنے آپ کو سب سے زیادہ ترقی یافتہ تہذیب کہتی اور اس کے عالم گیر ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، جس کی وجہ مغرب کا سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی نظام اور سائنسی علوم اور ٹکنالوجی میں اس کی بے انتہا ترقی ہے۔ ڈاکٹر مظفر اقبال نے مغرب کے طرز فلکر کو تین امور میں محصور کرتے ہوئے کہما کہ اس کی عمارت جدید جمہوری سوچ، معاشی استحکام اور انسانی آزادی کے تصور پر تعمیر کی گئی ہے۔ مغرب نے انسانی عقل کو سب سے اہم رہنمائی قوت تصور کرتے ہوئے اس پر اپنی فلکر کی بنیاد رکھی ہے۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کو وحی اور اسلام کے زریں اصولوں پر منی ایک ایسا لاحِ عمل ترتیب دینا چاہیے جس کو اختیار کر کے وہ مغرب اور اس کی تہذیب کو قرآن و سنت کے معیار پر پرکھ سکیں۔ ڈاکٹر مظفر اقبال نے اس طرف خاص توجہ دلائی کہ جس طرح مغرب نے مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ سائنسی ترقی کو صرف ایک حوالے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے مزید تحقیق کا کام جاری رکھا، اسی طرح آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو صرف مغربی سائنسی علوم کے حصول تک محدود رکھیں بلکہ اس سے آگے بڑھیں اور ان میدانوں میں ترقی کرتے ہوئے اسلام کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ کریں۔^(۱۲)

جرمنی کے اسکالر ڈاکٹر ڈاکٹر ریٹرنے دارالعلوم دیوبند اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے طرز تعلیم کے تقابلی جائزے پر مشتمل اپنے مقالے کے پہلے حصے یعنی ”دارالعلوم دیوبند کا علمی کردار“ سے متعلق ۲۰۰۳ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک پیغمبر دیا، جس میں دارالعلوم کے قیام سے لے کر آج تک ہونے والی ترقی کے علاوہ اس کے تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی اثرات کا جائزہ پیش کیا۔ ڈاکٹر ریٹرنے والی کیا کہ دارالعلوم دیوبند اپنے قیام کے وقت سے لے کر آج تک روایتی طرز تعلیم کو اختیار کیے ہوئے ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے حاصل کردہ اعداد و شمار کے مطابق اب تک وہاں سے ۸۳۷۴۱ طلباءِ فراغت حاصل کرچکے ہیں جو جنوبی ایشیا کے علاوہ جنوبی افریقہ، امریکہ اور برطانیہ میں دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ نیز مختلف مقامات پر ۲۰۰ کے قریب

- ۶۱ - نفس مصدر، ش ۱۳، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۳ء، ۲۰۰۔

- ۶۲ - نفس مصدر، ۳۔

دارالاوقاء، دارالترجمہ اور دارالحدیث وغیرہ دارالعلوم دیوبند کے تحت کام کر رہے ہیں۔ تاہم دارالعلوم دیوبند کا سیاسی کردار محدود ہے نیز ایک قبیلے میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی طرف زیادہ تغیریب اور نادارگھرانوں کے بچ رجوع کرتے ہیں۔^(۶۳)

لایولا یونیورسٹی، شکاگو میں ادیان عالم اور علوم اسلامی کی پروفیسر ڈاکٹر مریسا ہر مینسن نے ادارہ تحقیقات اسلامی میں ۲۰۰۵ء میں "امریکی مسلمانوں کی شناخت کی تشکیل" کے عنوان سے ایک پیکھر دیا، جس میں انہوں نے بتایا کہ کس طرح امریکی مسلمانوں نے گذشتہ چالیس بچپان بررسوں میں مختلف مراحل سے گزر کر اپنی شناخت پیدا کی، کس طرح بذریعہ اپنا مقام بنایا، معاشرتی سطح پر انھیں کس حد تک اہمیت دی جانے لگی اور سیاست میں ان کا کردار کس سطح تک پہنچا۔ پھر گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد مسلمانوں کی اس خصوصی حیثیت کو کس طرح دھپکالا گا، اب امریکہ میں مسلمانوں کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے اور مسلمان کس طرح اپنی سماکھے بحال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ امریکی مسلمانوں نے اپنی شناخت کو برقرار رکھنے اور اپنے آپ کو منظم کرنے کے لیے اسلامی اسکولز قائم کیے، اپنے ریڈیو اور ٹی وی چینلز کا آغاز کیا، اپنی تنظیمیں تشکیل دیں اور مسلمانوں کے اجتماعات کا انعقاد کیا۔ ایک طرف امریکی مسلمان خود کو مسلم دنیا کا ایک حصہ تصور کرتے ہیں اور اپنے داخلی اختلافات کے باوجود اپنے اسکولوں، ذرائع ابلاغ اور اور تنظیموں کے ذریعے اپنے عقیدے، اقدار اور تشخص کا اظہار کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنے آپ کو امریکی معاشرے کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ تاہم گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد ہر مسلمان کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ ڈاکٹر ہر مینسن نے بہت سے امریکی مسلمانوں مثلاً مقتدر خان، فرید زکریا، رفت حسین، خالد ابوالفضل، وارث دین محمد، امینہ ودود، حمزہ یوسف اور سید حسین نصر کا ذکر بھی کیا۔^(۶۴)

اسی عرصے میں سوڈان کی بین المذاہب کوسل کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر الطیب زین العابدین پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ اس موقع پر انہوں نے ادارہ تحقیقات اسلامی میں "مذاہب کے درمیان گفت گو: سوڈان کا تجربہ" کے عنوان پر لیکھ دیا، جس میں انہوں نے اس طرف توجہ دلائی کہ دنیا میں مکالمہ بین المذاہب کی جتنی کاوشیں ہوتی ہیں ان کا آغاز مغربی ممالک یا غیر مسلم تنظیمیں کرتی ہیں اور یہ مکالمے عموماً غیر مسلم ممالک میں ہوتے ہیں، جن میں مسلمان بھی شریک ہوتے ہیں۔ سیرت طیبہ کے مختلف واقعات کاحوالہ دیتے ہوئے انہوں نے

- ۶۳۔ نفس مصدر، ۸۔

- ۶۴۔ نفس مصدر، ش ۱۵، اپریل تا جون، ۲۰۰۵ء۔

کہا کہ مسلمانوں کو بھی اس طرح کے ثبت مکالمات کا آغاز کرنا چاہیے تاکہ مختلف مذاہب کے پروکاروں کے درمیان فکری بعد اور معاشرتی فاصلوں کو کم کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں انہوں نے سوڈان کی بنی المذاہب کو نسل کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس کو نسل میں مسلمانوں اور عیسائیوں کو پچاپس فیصلہ نامنندگی حاصل ہے اور جنوبی سوڈان کی عیسائی اکثریت کو حکومت کے قریب لانے میں اس کو نسل نے اہم کردار ادا کیا ہے۔^(۲۵)

۲۰۰۵ء ہی میں ڈیفس ڈگری کا ٹج، کراچی کے ایسوی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر دلدار احمد نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ”قرآن، سائنس اور کائنات“ کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے، لیکن اس کی تعبیر و تشریح کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت انسان ہی کو سونپی ہے تاکہ وہ اپنے سماجی و تہذیبی ارتقا کے ہر مرحلے میں زمان و مکان کے تقاضوں کے مطابق زندہ رہنے اور آگے بڑھنے کا سامان کرتا رہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سائنسی ترقی نے اہل علم کے لیے ایسے نئے سوالات پیدا کر دیے ہیں، جن کی نظیر ماضی میں نہیں ہوتی۔ مسلم اہل علم و دانش کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن مجید کے اصولوں کے مطابق ان کے جوابات فراہم کریں۔ ڈاکٹر دلدار نے قرآن، سائنس اور کائنات کے موضوع کے تحت آنے والے بعض مسائل کا ذکر بھی کیا، جن میں کائنات کی تخلیق کا عمل، سات آسمانوں کا مفہوم، زمین کی حرکت یا سکون، تخلیق آدم، عورت کی حیثیت بمقابلہ مرد، بھلی کی کڑک کا سبب، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، کلونگ، اعضاء کی پیوند کاری اور عطیات، جنات کی حقیقت، ضبط ولادت اور ہم جنہیں پرستی جیسے مسائل قابل ذکر ہیں، ان کا حل مذہب اور سائنس کے باہمی مطالعہ ہی سے ممکن ہے۔ اپنے لیکچر کے اختتام پر انہوں نے مذہب اور سائنس کی تعلیم و تحقیق کے فروع کے لیے کچھ تجویز بھی دیں۔^(۲۶)

امریکہ کی معروف دانش گاہ کو لمبیاونی ورستی میں شعبہ تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر چڑبویلیٹ نے ۲۰۰۷ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ”The Case for Islamo-Christian Civilization“ کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ ان کی ایک مشہور کتاب کا عنوان بھی یہی ہے۔^(۲۷) انہوں نے اپنے لیکچر میں کہا کہ اسلام اور مغرب کی تاریخ میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ آج ان کے درمیان نکاراؤ کی وجہ ان کے باہمی اختلافات نہیں بلکہ ایک طویل مدت سے باہمی تعلق کے انکار کی شعوری کو شش اس کا سبب ہے۔ مختلف تہذیبوں کے درمیان

-۶۵- نفس مصدر، ۵۴۳۔

-۶۶- نفس مصدر، ۵۰۵۔

ہم آہنگی کے فروغ پر زور دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ تہذیبوں کا تصادم خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسلام ایسا نہ ہب نہیں جو دوسرے مذاہب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہو یا ان کا قلع قلع کرنے پر تلاہ ہوا ہو۔ انھوں نے مزید کہا کہ تہذیبوں ایک دوسرے سے سیکھتی ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے متعدد مشائیں پیش کیں کہ مغرب نے اسلامی تہذیب سے کس کس طرح استفادہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ آج بھی مسلم محققین مغربی دانش گاہوں اور تجربہ گاہوں میں بڑی عمدگی سے کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مغربی تہذیب کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔ پروفیسر بولٹ نے کہا کہ اسلام برداشت اور صبر و تحمل کا درس دیتا ہے اور یہی میسیحیت کی حقیقی تعلیمات ہیں۔ اگر مذہب کی روح کو صحیح طریقے سے سمجھ لیا جائے تو تہذیبوں بھی ترقی کرتی ہیں اور قومیں بھی۔^(۲۸)

چٹا گانگ یونیورسٹی بگلہ دیش کے سابق وائس چانسلر اور شعبہ تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر عالم گیر سراج الدین

نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں of “Shariah Law, Secular Courts and Muslim Women of South Asia” کے موضوع پر ایک پیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے اس صورت حال کو تجب خیز قرار دیا کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستانی عدالتون نے تو مسلمانوں سے متعلق ان کے عالمی قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کا انتظام کیا، لیکن پاکستانی عدالتون نے ان قوانین کی تجویز و تصریح کے عدالتی حق کا دعویٰ کرتے ہوئے بہت سے عالمی قوانین مثلاً قانون لعan، بچوں کی حضانت، خلع کے ذریعے فسخ نکاح اور طلاق یافہ عورت کے نفقہ سے متعلق قوانین میں تبدیلیاں کیں۔ اسی طرح ۱۹۷۱ء کے بعد بگلہ دیشی عدالتون نے ان تبدیلیوں کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اس سلسلے کو مزید آگے بڑھایا۔ البتہ دور اخیر میں ہندوستانی عدالتون نے بھی روایتی عالمی قوانین میں عورتوں سے متعلق بعض اہم فیصلے کرتے ہوئے طلاق یافہ عورت کے نفقہ، یک طرفہ طلاق، تفویض طلاق اور جنسی حقوق کی عدم ادائیگی کی صورت میں طلاق کے حوالے سے بعض اہم قوانین وضع کیے ہیں۔ فاضل مقرر کی رائے میں جنوبی ایشیا کی عدالتون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی عالمی قوانین میں بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے تحت شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تبدیلی کی گنجائش موجود ہے۔ ڈاکٹر سراج الدین نے آخر میں یہ سوال بھی اٹھایا کہ اگرچہ پاکستان، بگلہ دیش اور ہندوستان کی قانونی تاریخ، قانونی ادارے اور مسلم عالمی قوانین ایک جیسے ورشہ کے حامل ہیں، لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ استعماری دور کے بعد کے ان قانونی تجربوں اور عدالتی فیصلوں سے باہم استفادہ نہیں کرتے؟^(۲۹)

- ۶۸ - اخبار تحقیق، ش ۷، ا، جنوری تاریخ، ۷-۱، ۲۰۰۷۔

- ۶۹ - نفس مصدر، ۳۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے اسمینٹ پروفیسر اور جرمی کی ایر فرت یونیورسٹی میں پی ائچ ڈی کے طالب علم جناب محمد اکرم نے ۷۰۰ء میں ”مطالعہ مذہب: داخلی و خارجی تناظر کی معنویت؟“^(۲۰) کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک مقالہ پڑھا۔ فاضل مقالہ نگارنے اپنے مقامے کا آغاز ڈیلیو۔ سی۔ اسمٹھ کی اس رائے سے کیا کہ کسی مذہب کے بارے میں کسی دوسرے مذہب کے پیروکار عالم کی رائے یا بیان اس وقت تک کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب تک اس مذہب کے ماننے والے اس رائے کو درست تسلیم نہ کریں۔ جناب محمد اکرم نے مزید کہا کہ یہ صرف پروفیسر اسمٹھ ہی کی رائے نہیں ہے، بلکہ ”مظہریت مذہب“ (Phenomenology of Religion) سے تعلق رکھنے والے محققین بھی مطالعہ مذہب میں مذہب کے پیروکاروں کے نقطہ نظر کو مرکزی اہمیت دیتے ہیں۔ فاضل مقالہ نگارنے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مذکورہ بالا آراء اگرچہ بظاہر بہت درست اور قابل فہم لگتی ہیں، لیکن ان سے کوئی اصول اخذ کرنا امور کو ضرورت سے زیادہ سادہ سمجھنے کے مترادف اور گمراہ کن ہو گا۔ اسی احساس کے پیش نظر مطالعہ مذہب کے دیگر علمانے ”داخلی“ اور ”خارجی“ کی تفہیق سے آزاد ہو کر دوسرے علوم و فنون مثلاً لسانیات و بشریات سے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔^(۲۱)

مئی ۷۰۰ء میں معروف محقق ڈاکٹر سلمان سید نے ”اسلام-مغرب تعلقات: تقدیمی فکر کے چند زاویے“ کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک لیکچر دیا۔ فاضل محقق نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ایک طرف بہت سے مسلم مصلحین کے نزدیک مغرب اور جدیدیت یا مغرب اور تہذیب ہم معنی الفاظ بنچکے ہیں تو دوسری طرف مغربی شناخت ہی اس مفروضے پر قائم ہے کہ مغرب سب سے بہتر ہے اور غیر مغربی چیز غیر معیاری اور کم تر ہے۔ ڈاکٹر سلمان نے مزید کہا کہ مغرب میں مغربی اور غیر مغربی انسانوں کے لیے مختلف معیارات ہیں۔ اپنی اس بات کی تائید کے لیے انہوں نے دوسری جگہ عظیم کے بعد جرمی کے جنگی مجرموں اور گوانٹانامو بے میں قید غیر مغربی مسلمان قیدیوں کے ساتھ اہل مغرب کے مختلف بر تاؤ کا حوالہ دیا۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مسلم اہل علم کو مسلم تاریخ کا از سر نوجائزہ لے کر اسے دور جدید کے تقاضوں کے مطابق ایسے انداز سے پیش کرنا چاہیے کہ جس سے مستشرقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔^(۲۲)

70— Transcending the Insider-Outsider Dichotomy in the Study of Religion

۷۱— نفس مصدر، ۵۔

۷۲— نفس مصدر، ش ۱۸، اپریل تا جون، ۷۰۰ء؛

سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورالوجی اینڈ ٹرانسپلنتیشن، کراچی میں قائم سینٹر فار بائیومیڈیکل اتھلس اینڈ کلچر کی صدر پروفیسر ڈاکٹر فرحت معظم نے ۲۰۰۷ء ہی میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں اپنے ادارے کے اغراض و مقاصد، کارکردگی اور تعلیمی پروگراموں کے بارے میں ایک تفصیلی تعارف پیش کیا اور مرکز کے ایک اور محقق ڈاکٹر عامر جعفری نے اپنے ادارے کی تعلیمی و نصابی سرگرمیوں کے بارے میں بتایا۔ ڈاکٹر فرحت معظم نے کہا کہ طبی اخلاقیات کی تدریس طب کی مجموعی تدریس میں اہم حیثیت کی حامل ہے، تاہم انہوں نے اس حقیقت پر افسوس کا اظہار کیا کہ ملکی سطح پر اس مضمون کا عین مطالعہ رکھنے والے افراد کی انتہائی کمی ہے، لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ طبی اخلاقیات پر سائنسی، اخلاقی اور دینی لحاظ سے عبور رکھنے والے افراد کی کثیر تعداد تیار کی جائے۔ ڈاکٹر فرحت معظم اور ڈاکٹر عامر جعفری نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے نوجوان اسکالر قیصر شہزاد کے اسلامی طبی اخلاقیات کے موضوع پر تیار کردہ مقالے^(۲) کی تحسین کی اور اسے طبی اخلاقیات کی تعلیم کے فروغ کی طرف ایک اہم پیش رفت قرار دیا۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ طبی ماہرین کی اخلاقی اور دینی رہنمائی کے لیے اسلامی علوم کے ایسے محققین پیدا کرنے کی ضرورت ہے، جنہیں سائنس سے بھی شفف ہوتا کہ وہ اسلامی طبی اخلاقیات کی عصری تقاضوں کے مطابق تدوین اور تدریس میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔^(۳) یہ بات لاکن توجہ ہے کہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۲۸ جون تا ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کو طبی فقہی مسائل پر ایک سہ روزہ قومی ورکشاپ کے انعقاد کا اہتمام کیا تھا، جس میں ملک بھر کے ماہرین فقہ، ماہرین قانون اور ماہرین طب نے شرکت کی اور مقالات پڑھے۔ اس ورکشاپ میں مختلف طبی فقہی مسائل خصوصاً اعضاً نے انسانی کی منتقلی اور پیوند کاری کے حوالے سے کھل کر بحث و مباحثہ ہوا۔ اگرچہ تمام امور پر اتفاق رائے نہ ہو سکتا تاہم اس بات کی سفارش کی گئی کہ اس قسم کی ورکشاپس کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے تاکہ مسلسل گفتگو اور تبادلہ خیال کے ذریعے کسی حتمی نتیجے تک پہنچا جاسکے۔ نیز ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک طبی فقہی یونٹ (Medical Jurisprudence Cell) کے قیام کی سفارش بھی کی گئی۔^(۴) تاہم ہنوز اس تجویز پر عمل درآمد ہونا باقی ہے۔

73— Qaisar Shahzad, *Biomedical Ethics: Philosophical and Islamic Perspectives* (Islamabad: Islamic Research Institute, 2009).

۷۴۔ اخبار تحقیق، ش ۱۹، جولائی تا ستمبر، ۲۰۰۷ء۔

۷۵۔ نفس مصدر، جولائی تا ستمبر، ۱۹۹۵ء۔

۷۲۰۰ء میں امریکہ کی جارج میسن یونیورسٹی میں سیاست کے استٹمنٹ پروفیسر ڈاکٹر پیٹر مینڈ اویل نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں "Globalization and Modern Islamist Movements: Towards a New Synthesis" کے عنوان سے ایک لیپچر دیا۔ مسلمانوں اور مغرب کے درمیان اختلافات کو مکالمے کے ذریعے حل کرنے پر زور دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ مغرب کو اس بات کا ادراک ہے کہ مصر، انڈونیشیا اور بعض دیگر مسلم ممالک کی جدید اسلامی تحریکوں کے اعتدال پسند رہنا جدید تعلیم سے آرستہ ہونے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے تقاضوں سے بھی باخبر ہیں اور الیکٹر انک میڈیا کی وساطت سے عوام میں مقبول ہونے کی وجہ سے عوام کی نظرؤں میں اسلام کے بارے میں ان کی آراء و زن بھی رکھتی ہیں، لہذا ایسے رہنماؤں کی وساطت سے اسلامی اور مغربی تہذیبوں کے درمیان مکالمے کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔^(۲۶)

۷۲۰۰ء کو پروفیسر ڈاکٹر عبدالحاق قاضی، ڈین فیکٹی آف اسلامک اسٹڈیز، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے "Injil in the Qur'an and Tafsir Literature" کے موضوع پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک لیپچر دیا۔^(۲۷)

اسی عرصے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے "The Contribution of Muslim Physicians and Scholars to the Development of Modern Psychiatry" عنوان سے ایک علمی محاضرے کا اہتمام کیا، جس میں فیکٹی آف سوشن سائنسز، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے پروفیسر ڈاکٹر مالک بدری نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔^(۲۸)

ہمیں یونیورسٹی، امریکہ کے شعبہ سیاست کے پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد نے ۷۲۰۰ء کو "دیوبند: تقویٰ، سیاست اور تشدد پسندی" کے موضوع پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک لیپچر دیا۔ ڈاکٹر ممتاز احمد نے بانیان دیوبند کے علم و فضل، تقویٰ، للہیت اور خلوص کا اعتراف کیا۔ انھوں نے کہا کہ ابتدائی دور میں دیوبند تحریک اپنی ایک نظریاتی اساس، واضح شناخت، متعین مقاصد اور عملی کوششوں کی ایک سمت رکھتی تھی۔ اس کا بنیادی مقصد مغرب کی سیاسی، ذہنی اور ثقافتی یلغار کے دور میں دین اور اسلامی شخص کی حفاظت اور اسلامی علوم کو زندہ رکھنا تھا۔ تاہم بعد میں دیوبندی فکر سے خود کو منسوب کرنے والے گروہ اور افراد ہم خیال نہ رہ سکے، چنانچہ

- ۷۶ - نفس مصدر، ش ۱۹، جولائی تا ستمبر، ۷۲۰۰ء؛

www.iiu.edu.pk/news/june_07.html.

77- www.iiu.edu.pk/news/november_07.html.

- ۷۸ - نفس مصدر۔

آج انھیں صوفی فکر، اصلاحی فکر، استعمار دشمن جہادی فکر، مسلم قومیت کی فکر، سو شلسٹ فکر، مسلکی فکر اور تبلیغی فکر وغیرہ سے موسم کیا جاسکتا ہے۔^(۷۹)

“Concise ۲۰۰۸ء میں کینیڈا میں مرکز برائے اسلام اور سائنس کے سربراہ ڈاکٹر مظفر اقبال نے Encyclopedia of the Qur'an: Raison d'etre and Qutline” کے موضوع پر ادارہ تحقیقات اسلامی میں خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی نسل اور غیر مسلموں کی عربی زبان سے عدم واقفیت کی وجہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ علمی سطح پر ایک ایسا قرآنی انسائیکلوپیڈیا تیار کیا جائے جس میں مستشر قین کے شکوک و شبہات سے بچتے ہوئے قرآنی تعلیمات مسلمانوں کے نقطہ نظر سے پیش کی جائیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ اس سلسلے میں ایک منصوبے کے تحت وسیع پیمانے پر اہل علم کے تعاون سے ایک قرآنی انسائیکلوپیڈیا کی تیاری شروع کر دی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے یقچر میں اس منصوبے کے بنیادی خود خال بیان کیے۔ ڈاکٹر مظفر اقبال نے اس موقع پر مستشر قین کے متعصبانہ رویوں اور طریق کار پر شدید تنقید کی^(۸۰) اور اس بات پر زور دیا کہ ان کے شکوک و شبہات کے ازالے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے عقائد کے مطابق قرآن کریم کی تعلیمات کو علمی انداز میں پیش کریں۔^(۸۱) قرآنی انسائیکلوپیڈیا کا یہ منصوبہ سات جلدیوں میں مکمل ہو گا، جن میں سے پہلی جلد ۲۰۱۳ء میں شائع ہو چکی ہے۔

اسی دوران ادارہ تحقیقات اسلامی کے شعبہ اسلامی سماجی علوم کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزاوی نے ”مغربی اجتماعی علوم کا منیج: ایک تنقیدی جائزہ“ کے عنوان سے ادارے میں ایک مقالہ پیش کیا، جس میں انہوں نے کہا کہ مغربی سماجی علوم خصوصاً عمرانیات پر تجداد اور ارادبینیت کی گہری چھاپ ہے اور ان علوم میں جس منیج کو اختیار کیا گیا ہے وہ اہل مغرب کے مخصوص کائناتی تصور سے ماخوذ ہے۔ اس منیج کی بنیاد تجربہ و مشاہدہ پر ہے، جس کی وجہ

- ۷۹۔ نفس مصدر، ش ۲۰، اکتوبر تا دسمبر، ۷، ۸، ۲۰۰۸؛

www.iiu.edu.pk/news/november_07.html.

- ۸۰۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

Muzaffar Iqbal, “The Qur'an, Orientalism and The Encyclopedia of the Qur'an,” *Journal of Qur'anic Research and Studies* 3, no. 5 (2008); later published as Iqbal, *The Qur'an, Orientalism and the Encyclopaedia of the Qur'an* (Kuala Lumpur: Islamic Book Trust, 2009); Iqbal, “The Integrated Encyclopedia of the Qur'an,” *Islam and Science* 8, no. 1 (2010): 33-48.

- ۸۱۔ اخبار تحقیق، ش ۲۱، جنوری تا مارچ، ۶، ۲۰۰۸؛

www.iiu.edu.pk/news/february_08.html.

سے انسانی رویے کے بہت سے اہم باطنی اور جذباتی پہلو نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ نیز مغرب میں کلیسا کے خلاف بغاوت، مذہب اور الہیات سے بے زاری، اعلیٰ روحانی نصب العین سے محرومی، دامگی اخلاقی اندار سے آزادی اور ہر مسئلہ کو خالص عقلی اور تجرباتی بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش مغربی سماجی علوم کے خیر میں اس طرح رچ بس گئی ہے کہ ان علوم کے ماہرین کے لیے ان مفروضات اور تعصبات سے آزاد ہو کر حقائق کو کلی طور پر سمجھنا بہت مشکل ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس منہج کا گہری بصیرت سے جائزہ لیا جائے اور قرآن و سنت کی روشنی میں مستقل بالذات اسلامی منہج کی تحقیق کی بنیاد ڈالی جائے۔^(۸۲)

پروفیسر محمد الغزالی کے مندرجہ بالا لیکچر کے کچھ ہی عرصہ بعد یہ ملکی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے معروف ماہر معاشیات پروفیسر ڈاکٹر اسد زمان نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ”مغربی اجتماعی علوم اور اداروں کے اسلامی تبادل کی تعمیر“ کے عنوان سے لیکچر دیا۔ اس لیکچر کو پروفیسر محمد الغزالی کے لیکچر کی توسعی بھی کہہ سکتے ہیں، کیوں کہ ڈاکٹر اسد زمان نے بھی اس بات پر زور دیا کہ اسلام مغربی سماجی علوم کی اساسی فقر اور ان کے بنیادی مفروضوں اور مقاصد سے متفق نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے نظریات کی بنیاد پر سماجی علوم کی از سر نو تشكیل کریں اور مغربی اصولوں پر قائم موجودہ اداروں کے تبادل اسلامی ادارے قائم کریں۔ مغربی معاشرتی علوم بالخصوص معاشیات کے مفروضات اور اصول و نظریات طبعی علوم کے قوانین پر استوار کیے گئے ہیں، حالاں کہ طبعی علوم کے قوانین کا اطلاق سماجی علوم میں نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ مغربی سماجی علوم کے اصول و نظریات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ خالص سیکولرنۃ نظر ان کی اساس کی حیثیت رکھتا ہے اور ان کے منہج تحقیق پر ہمہ وقت اثر انداز ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک مغربی سماجی علوم کو اسلامیانے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی، کیوں کہ ان کے درمیان جو ہری اختلاف کی وجہ سے صرف جزئیات کی اصلاح کرنا کافی نہیں بلکہ ان علوم کے نئے نظری خاکے تیار کر کے ان کے مطابق نئے ادارے قائم کرنا ناجائز ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر اسد زمان مغربی معاشیات کے تبادل اسلامی معاشیات کے خاکے کی تیاری میں مصروف ہیں۔^(۸۳) اس سلسلے میں انہوں نے ادارہ تحقیقات اسلامی کے انگریزی تحقیقی مجلے اسلامک اسٹریز میں تین اقساط پر مشتمل ایک مضمون بھی شائع کیا ہے۔^(۸۴)

۸۲۔ اخبار تحقیق، ش ۲۱، جولائی تا ستمبر، ۲۰۰۸ء۔

۸۳۔ نفس مصدر، ش ۲۳، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۸ء۔

۸۴۔ Asad Zaman, “Islamic Economics: A Survey of the Literature,” *Islamic Studies* 48, no. 3 (2009): 395-424; 48, no. 4 (2009); 525-66; 49, no. 1 (2010): 37-63.

۱۰ اپریل ۲۰۰۸ء کو یونیورسٹی آف ڈربن، جنوبی افریقہ کے شعبہ اسلامیات کے سابق ڈین ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے ”مولانا سید سلیمان ندوی کی فکری تشكیل کے بنیادی عناصر“ کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی اور دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے زیر اہتمام ایک لیکچر دیا۔ فاضل مقرر کی رائے میں دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کا اپنا علی مقام اور اصولی مزاج تھا، جس کی وجہ سے ان سے وابستہ افراد طریق کار، خیالات، ذوق اور طرز زندگی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے، لیکن اس کے باوجود علامہ شبی نعمانی کے شاگرد رشید اور ندوۃ العلماء کے جلیل القدر فرزند سید سلیمان ندوی ایک دیوبندی عالم مولانا اشرف علی تھانوی کے خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور کچھ ہی عرصے بعد خلافت سے نوازے گئے۔ ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے اپنے والد سید سلیمان ندوی کی شخصیت کے ان دونوں پہلوؤں یعنی علم و ادب سے غایت درجہ شغف اور تزکیہ و احسان کی حد درجہ فکر پر روشنی ڈالنے کے لیے ان کے شبی نعمانی سے گھرے ذہنی و قلبی تعلق اور مولانا اشرف علی تھانوی سے عقیدت و احترام کا تفصیلی ذکر کیا اور اپنے خیالات کی تائید کے لیے اپنے والد کی تحریروں اور مکتوبات سے جابجا اقتباسات پیش کیے۔^(۸۵)

اسی عرصے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے استنسٹ پروفیسر ڈاکٹر صدیق ارشد خلجی نے ”اسلام میں انسانی عادات و اعراف اور قضاء میں ان کی ضرورت و اہمیت“ کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ مقالہ نگار نے بتایا کہ فقهاء کرام کے ہاں عرف بھی مصدر قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ البتہ اسلام صرف اس عرف و عادات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو اعلیٰ اخلاقی قدرتوں کے منانی نہ ہو۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ”جیۃ اللہ الباغۃ“ کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ انسانی تاریخ میں انبیاء کرام کی بعثت کا ایک بڑا مقصود اعلیٰ اقدار سے متصادم رسوم و عادات کی اصلاح کرنا تھا۔ وہ مناسد سے پاک عادات کو قائم رکھتے اور غلط عادات کی اصلاح فرماتے۔ مقالہ نگار نے اپنے موقف کی تائید میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے بھی متعدد مثالیں دیں۔^(۸۶)

مارچ ۲۰۰۹ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی نے سوسائٹی فار قرآنک استڈیز، کینیڈا کے اشتراک سے Entegrated Encyclopedia of the Qur'an میں ڈاکٹر مظفر اقبال نے اس منصوبے کی ضرورت و اہمیت اور اس کی تکمیل کے طریق کار پر روشنی ڈالی۔^(۸۷)

۸۵۔ اخبار تحقیق، ش ۲۲، اپریل تا جون، ۲۰۰۸ء۔

www.iiu.edu.pk/news/april_08.html.

۸۶۔ اخبار تحقیق، ش ۲۲، اپریل تا جون، ۲۰۰۸ء۔

۸۷۔ www.iiu.edu.pk/news/march_09.html.

کیم تا ۳ اگست ۲۰۰۹ء کو ”جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فلک اور اداروں“ کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سہ روزہ یمنی نار کے افتتاحی اجلاس میں ڈاکٹر محمود احمد غازی، سابق صدر، بین الاقوامی اسلام آباد نے ”بر صغیر میں مطالعہ فقہ: ماضی، حال اور مستقبل“ کے عنوان سے تو سیمعی خطبہ دیا تھا، جس میں انہوں نے دیگر اہم نکات پر گفت گو کے علاوہ عالم گیریت کے چیزیں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک ایسی فقہ عولیٰ (fiqh) (cosmopolitan) کی ضرورت پر زور دیا تھا، جو پوری امت مسلمہ کو سامنے رکھ کر مدون کی گئی ہے۔ اسی تصور کی مزید وضاحت کے لیے ۱۱۵ اگست ۲۰۰۹ کو ادارہ تحقیقات اسلامی میں ان کے ایک علمی حاضرے کا اہتمام کیا گیا، جس میں انہوں نے فقہ عولیٰ کے خدوخال کی وضاحت کی اور اسے عالم گیریت کا لازمی نتیجہ قرار دیا۔ ان کے نزدیک عالم گیریت اور ذرائع ابلاغ و مواصلات میں بے پناہ ترقی کی وجہ سے ایک علاقے کے مسلمان دوسرے خطوں کے مسلمانوں کے مسائل سے لائق نہیں رہ سکتے۔ انہوں نے عالم گیریت کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل و نظرات کی بھی نشان دہی کی اور غیر مسلم ممالک میں یعنی والے مسلمانوں کے مسائل کی طرف بھی توجہ دلائی۔ انہوں نے مزید کہا کہ معاصر دنیا کے ان مخصوص حالات کی وجہ سے مختلف میدانوں میں جو فقہ مرتب ہو رہی ہے، وہ کسی مخصوص فقہی ملک کی پیروی سے بڑی حد تک آزاد ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بعض عرب اہل علم ڈاکٹر عبد القادر عودہ اور مصطفیٰ زرقا وغیرہ کے علمی کاموں کا بطور خاص حوالہ دیا۔^(۸۸)

۲۰۰۹ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی اور شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے زیر اہتمام اٹلی کی اور نیشنل یونیورسٹی، نیپلز سے آئے ہوئے مہمان اسکالر ڈاکٹر صلاح الدین امین (ماسموبون) نے ”اٹلی میں مطالعہ اردو“ اور ”اٹلی میں اقبال شناسی“ کے موضوع پر دو پیچھرے زدیے۔ فاضل مقرر نے اپنے پیچھرے زدیے میں اردو زبان و ادب کی تدریس، اقبال شناسی اور اسلام کو متعارف کرانے میں اٹلی کے اسکالر پروفیسر الیگزینڈر بوسانی کے کردار و خدمات پر بھی روشنی ڈالی۔ پروفیسر بوسانی کئی بار پاکستان آئے اور انہوں نے مختلف موضوعات پر پاکستان کے علمی حلقوں سے خطاب کیا۔ انہوں نے علامہ محمد اقبال کی تصانیف اور ان کے افکار کو اٹلی کے علمی حلقوں میں متعارف کرانے میں بھی اہم کردار ادا کیا اور انہی کی بدولت اٹلی میں ان شعبوں میں تحقیق اور مطالعہ کا رجحان پیدا ہوا۔ فاضل مقرر نے اطلاعی شاعر دانتے کی Divine Comedy اور اقبال کے جاوید نامے کا ذکر کیا اور بتایا کہ دونوں شاعر واقعہ معراج سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ اٹلی کے محققین نے اقبال کی

”تکمیل جدید الہیات اسلامیہ“ کا بھی مطالعہ کیا اور مذاہب کی تاریخ اور عہد جدید کے مفکرین کے نظریات کے تناظر میں اس کا تجزیہ کیا ہے، تاہم ابھی تک اٹلی میں اقبال شناسی کی روایت مضبوط نہیں ہو سکی۔^(۸۹)

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے زیر اہتمام اوسا کا یونیورسٹی، جاپان کے معروف اسکالر پروفیسر سویامانے یاسرنے “Islamic Moderate Trends in South Asia” کے عنوان سے ۲۰۰۹ء میں ایک لیکچر دیا، جس میں انہوں نے جنوبی ایشیا کی فکری اور جغرافیائی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے یہاں کی اہم فکری شخصیات اور اسلامی تحریکوں کا ذکر کیا، جن میں شاہ ولی اللہ کی احیاء اسلام کی تحریک، سرسید کی علی گڑھ تحریک اور دیوبند کی تحریک زیادہ نمایاں ہیں، جنہوں نے نہ صرف اس خطے کے مسلمانوں کو ممتاز کیا بلکہ ان کے اثرات پوری مسلم دنیا میں محسوس کیے جاتے ہیں۔ فاضل مقترنے جنوبی ایشیا کی اہم شخصیات مثلاً سرسید احمد خان اور علامہ اقبال کے علاوہ شرق اوسط کے اہم مسلم مصلحین جیسے شیخ یوسف القرضاوی، محمد عبدہ، فرید و جدی اور شیرضا کے انکار پر بھی روشنی ڈالی۔ مزید برآں انہوں نے روشن خیالی کے فروغ میں ذرائع ابلاغ کے کردار کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مختلف رسائل و مجلات مثلاً ”المنار“، ”المنیر“، ”صراط مستقیم“ اور ”تہذیب الاخلاق“ کا بھی ذکر کیا۔^(۹۰)

۱۸ اپریل ۲۰۱۰ء کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ تاریخ کی لیکچر رافعہ ریاض نے اپنے پی۔ ایج۔ ڈی کے زیر تحقیق موضوع “Arab Migration to Iraq and Transformation of Socio-Economic Structure, 632-750 CE” کے بارے میں ادارے کے محققین کے سامنے اپنی تحقیق کا خلاصہ پیش کیا۔ اس علمی محفل کی صدارت این، آئی، ایج، سی، آر (NIHCR)، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد کے ڈائریکٹر ڈاکٹر خرم قادر نے کی۔ فاضلہ محقق نے پہلی صدی ہجری میں عرب مسلمانوں کے عراق کی طرف ہجرت کے سماجی و معاشی اثرات کا جائزہ لیا۔ پی۔ ایج۔ ڈی کی تکمیل کے بعد موصوفہ نے اس تحقیق سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ ادارے کے انگریزی مجلے اسلامک اسٹڈیز کے لیے پیش کیا، جو اس مجلے میں شائع ہو چکا ہے۔^(۹۱)

۸۹۔ اخبار تحقیق، ش ۲۷، جولائی ستمبر، ۲۰۰۹ء۔

۹۰۔ نفس مصدر، ش ۲۸، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۹ء۔

91. Rafia Riaz “The Role of State in Regulating Migration: A Study of the Arab Migration to Iraq 632-750 CE,” *Islamic Studies* 51, no. 4 (2012): 423-44.

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ انگریزی کے ایسو سی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر احسان الرحمن نے ۲۱ اپریل ۲۰۱۰ء کو "Morpho-Phonemic Templates in Surah Yusuf" کے عنوان سے ایک پیچھا دیا، جس میں انھوں نے جدید لسانیات کے نظریات کی روشنی میں سورہ یوسف کے شروع کے حروف مقطعات اور اس سورت میں مذکور دیگر کئی الفاظ کے درمیان ربط و تعلق کے بارے میں اپنے علمی خیالات کا اظہار کیا۔

۳۱ اور ۳۰ مئی ۲۰۱۰ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اندیسا کے شعبہ تاریخ کی ایسو سی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر گفتاش خان نے بالترتیب "Copernicus to Newton: Indo-Muslim Elite's Perception of Ulama and Dehli Madarasah: A European Science and Technology" "Forgotten Page in Indian Muslim Education" کے عنوان سے ادارے میں دو پیغمبرز دیے۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں بر صغیر کے مسلمانوں کی علمی تاریخ اور اہل مغرب اور مغربی علوم کے بارے میں مسلمانان بر صغیر کے خیالات و افکار کا مطالعہ ڈاکٹر گفتاش خان کی تحقیق کا خصوصی موضوع ہیں۔ انھوں نے اس موضوع پر بہت سے مقالات اور کتابیں تحریر کی ہیں، جن میں سے Indian Muslim Perceptions of the West during the Eighteenth Century (۹۲)

ڈاکٹر معین الدین ہاشمی، استنسٹی ٹیوی پروفیسر، شعبہ سیرت و حدیث، علامہ اقبال اور بن یونیورسٹی، اسلام آباد نے ۱۳ مئی ۲۰۱۰ء کو "مطالعہ سیرت کی مختلف جہات: فقہ السیرۃ" کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک مقالہ پیش کیا۔ فاضل مقرر نے سیرت نبوی کے مطالعہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فقہ السیرۃ اور مصادر السیرۃ کے بارے میں خصوصی طور پر اپنے نتائج فکر کا ادارے کے محققین کے ساتھ تبادلہ کیا۔

۲۳ جون ۲۰۱۰ء کو یونیورسٹی آف کوپن ہیگن، ڈنمارک کی ڈاکٹر عظمی رحمان نے "Spiritual Power and Threshold Identities: The Mazars of Syed Pir Waris Shah and Shah Abdul Latif Bhatai" کے مزارات کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

محمد اسلام، ریسرچ ایسو سی ایٹ، ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۲۳ اگست ۲۰۱۰ء کو اپنے ایم فل کے زیر تحقیق موضوع "مسلم علمی روایت میں انجیل کا تصور: ایک توضیحی اور تجزیاتی مطالعہ" کے بارے میں رفقے ادارہ

92. Gulfishan Khan, *Indian Muslim Perceptions of the West during the Eighteenth Century* (Karachi: Oxford University Press, 1998).

کے ساتھ تبادلہ نہیں کیا اور قرآن کریم میں مذکور انجیل اور عیسائیوں کے ہاں متداول انانجیل کے بارے میں مسلم مفسرین، مؤرخین اور متنقلمین کی آراء کا جائزہ پیش کیا۔ بعد ازاں موصوف کو اس تحقیق کی تکمیل پر میں الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کی طرف سے ایم فل کی ڈگری عطا کی گئی۔

۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء کو یونیورسٹی آف ایر فرٹ، جرمنی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے سربراہ پروفیسر

ڈاکٹر جمال ملک نے “Identity Formation and Education of Values: The Process of Shaping a New Islam in Germany” کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اپنی گفتگو میں فاضل محقق نے جرمنی میں اسلام اور مسلمانوں کی صورت حال کا جائزہ پیش کیا اور اس بات کی وضاحت کی کہ جرمنی کے مسلمان کس طرح اقدار کی تعلیم کے ذریعے ایک نئی شناخت حاصل کر رہے ہیں۔

لاہور یونیورسٹی آف منیجمنٹ سائنسز (LUMS)، لاہور کے ڈاکٹر صبحان اور نے ۱۵ اگロوری ۲۰۱۱ء

کو ”امام غزالی کے نزدیک اسلام اور سائنس کا تصادم“ کے موضوع پر ایک یکچھ دریافت، جس میں انہوں نے امام غزالی کی عقلي و سائنسی علوم پر نقد کا جائزہ لیا۔ ۲۰۱۱ء کو ڈاکٹر تنور احمد، استاذ پروفیسر، ادارہ تحقیقات اسلامی نے ”اندلس کے فقہی مسائل (بارہویں تاسیلویں صدی عیسوی) ایک جائزہ“ کے عنوان سے ایک یکچھ دریافت، یہ یکچھ دراصل فاضل محقق کے ایک نسبتاً وسیع تحقیقی منصوبے کا حصہ تھا، جس میں وہ مسلم اقیقوں کے مسائل پر تحقیق کر رہے تھے۔ اس یکچھ میں فاضل محقق نے فقہ اور تاریخ کی کتابوں کی روشنی میں اس بات کی وضاحت کی کہ اندلس پر عیسائیوں کے قبضے کے بعد وہاں پر موجود مسلمانوں نے مختلف فقہی مسائل خصوصاً دارالحرب میں مسلمانوں کے قیام کو کس طرح دیکھا۔

ڈاکٹر مصباح الاسلام، یونیورسٹی آف اوٹاؤ، کینیڈا نے ۲۲ اپریل ۲۰۱۱ء کو ”Decline of Muslim States and Societies“ کے موضوع پر ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کی زیر صدارت یکچھ دریافت ۲۱ جون ۲۰۱۱ء کو ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالا کے مدیر عمار خان ناصر نے ”فہم حدیث میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا منسج“ کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

احمد خالد حاتم، یکچھ دریافت، ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۱۲ جولائی ۲۰۱۱ء کو ”مقاصد شریعت کی نئی جہتیں: ایک تنقیدی جائزہ“ کے عنوان سے ادارے میں ایک یکچھ دریافت، جس میں انہوں نے بتایا کہ دور حاضر میں فقہ اسلامی کی مباحثت میں مقاصد شریعت کو کافی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ چنانچہ معاصر اہل علم میں سے یوسف القرضاوی، طاہر بن عاشور، احمد الریسونی، نجات اللہ صدیقی اور محمد خالد مسعود کی اس موضوع پر گراں قدر تحریریں موجود ہیں۔ تاہم فاضل مقرر کے نزدیک مقاصد شریعت کے مفہوم اور طریق کار کو سمجھنے کے لیے امام غزالی کے اس

نظریے کا جائزہ لینا ضروری ہے جو انہوں نے نصوص کی تاویل و تصریح کے بارے میں پیش کیا اور مقاصد کو اس نظریے کا ایک حصہ گردانا ہے۔ دراصل امام غزالی نے اپنے سے پہلے فقہاء کرام کی آراء کو منظم و مرتب کر کے انھیں ایک قابل عمل نظریے کے طور پر پیش کیا ہے۔ امام غزالی کی تصریح کے مطابق مقاصد شریعت کے نظریے میں مصلحت سے ”منفعت کا حصول اور مضرت سے بچاؤ“ مراد نہیں، بلکہ اس سے شریعت کے مقاصد کا تحفظ مراد ہے۔ مصلحت فی نفسه مقصد شریعت نہیں بلکہ شریعت کا تحفظ مصلحت ہے۔ فاضل مقرر نے بتایا کہ امام غزالی کے نزدیک مقاصد شریعت میں درجہ بندی پائی جاتی ہے۔ مثلاً مصلحت عامہ کو مصلحت خاصہ پر، قطعی مقصد کو غنی مقصد پر اور دینی مقصد کو دنیوی مقصد پر فوکیت حاصل ہے۔^(۹۴)

دسمبر ۲۰۱۱ میں ڈیوڈ سن کانچ، ڈیوڈ سن، امریکہ کے پاکستانی نژاد اسکالر سید رضوان ضمیر نے ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک علمی مقالہ پڑھا، جو بعد میں اسی عنوان سے ادارے کے انگریزی رسائل اسلامک اسٹڈیز میں شائع ہوا۔^(۹۵)

۶ جنوری ۲۰۱۲ء کو ڈاکٹر سید سلمان ندوی، سابق ڈین شعبہ اسلامیات، ڈر بن یونیورسٹی، سماوٰ تھہ افریقہ نے ”عصر حاضر کے جدید چیلنجز: تجزیہ و حل“ کے موضوع پر لیکچر دیا، جب کہ محمد زبیر عباسی، پی ائچ ڈی اسکالر، اوکسفرڈ یونیورسٹی، یوکے، نے ۱۰ اور ۱۲ جنوری ۲۰۱۲ء کو بالتر تیب ”An Inquiry into the Classical “Testing the Islamic Law of Waqf in Search of Islamic Corporation“ Efficiency of Anglo-Mohammadan Law: The Story of the Waqf of Shares and Securities“ کے عنوانات پر دو لیکچر زدیے۔ نوآبادیاتی ہندوستان میں انگریزی قانون اور فقہ اسلامی کا باہمی تعامل اور اس کے نتیجے میں ایگلو مہڈن لاکا ارتقا، اسلام کا قانون وقف اور پاکستان کے عالمی قوانین فاضل مقالہ نگار کی دل چپی کا موضوع ہے، جس پر ان کی کئی تحریریں شائع ہو چکی ہیں۔^(۹۶)

- ۹۳ - اخبار تحقیق، ش ۳۵، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱ء

- 94. Syed Rizwan Zamir, “Rethinking the Academic Study of the ‘Ulamā’ Discourse,” *Islamic Studies* 53, no. 3-4 (2014): 145-74.
- 95 – Muhammad Zubair Abbasi, “The Classical Islamic Law of Waqf: A Concise Introduction,” *Arab Law Quarterly* 26, no. 2 (2012): 121-53; Abbasi, “Islamic Law and Social Change: An Insight into the Making of Anglo-Muhammadan Law,” *Journal of Islamic Studies* 25, no. 3 (2014): 263-97; Abbasi, “Judicial Ijtihad as a Tool for Legal Reform: Extending Women’s Right to Divorce under Islamic Law in Pakistan,” *Islamic Law and Society* 24 (2017) 384-411.

۱۳ جولائی ۲۰۱۲ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی ادارہ برائے اسلامی معاشیات اور شریعہ اکیڈمی نے ایک علمی محاضرے کا اہتمام کیا، جس میں ملائیشیا کے مہمان مقرر عمر براہیم دلو نے "Towards Just Monetary System: Introducing Dirham and Dinar Currency" اپنے خیالات کا اظہار کیا۔^(۹۶)

۹ نومبر ۲۰۱۲ء کو علامہ اقبال کے ۱۳۵ اوس یوم ولادت کے موقع پر ادارہ تحقیقات اسلامی اور اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ نے "اقبال کا فہم اسلام" کے موضوع پر ایک خصوصی علمی و فکری مجلس کا اہتمام کیا، جس میں معروف اقبال شناس اور ماہر اقبالیات ڈاکٹر ایوب صابر نے بطور مہمان مقرر کے کلیدی خطاب کیا۔^(۹۷) ادارہ تحقیقات اسلامی نے اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مکالمہ کے اشتراک سے ۲۹ تا ۲۵ مارچ ۲۰۱۳ء کو خطبیات سیرت کا اہتمام کیا۔ اس پروگرام میں بر صغیر پاک و ہند کے معروف سیرت نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی نے سیرت نگاری کے مختلف موضوعات پر پانچ خطبیات دیے۔^(۹۸) یہ خطبیات تدوین اور مصنف کی نظر ثانی کے مرحل سے گزرنے کے بعد "خطبیات سیرت: مصادر سیرت کا تجزیاتی مطالعہ" کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام شائع ہو چکے ہیں۔^(۹۹)

۲ جولائی ۲۰۱۳ء کو ڈاکٹر احسان الرحمن صاحب، ایسوی ایٹ پروفیسر، شعبہ انگریزی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے "A Stylistic Approach to Huruf Muqatta'at in the Qur'an" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ فاضل محقق نے مختلف قرآنی سورتوں کے آغاز میں آنے والے حروف مقطعات اور ان سورتوں میں مذکور مختلف الفاظ و اصطلاحات کے درمیان پائے جانے والے ربط پر گفتگو کی۔ یہ لیکچر دراصل فاضل محقق کے سابقہ لیکچر مورخہ ۲۱ اپریل ۲۰۱۰ء کی توسعہ تھی، جس میں انہوں نے صرف سورۃ یوسف کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا تھا۔

۱۹ کتوبر ۲۰۱۳ء کو پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی، ادارہ تحقیقات اسلامی نے "The Principles of the Qur'an for Its Own Understanding" کے موضوع پر لیکچر دیا، جس میں انہوں نے ان اصولوں

96- www.iiu.edu.pk/?page_id=11084.

97- www.iiu.edu.pk/wp-content/uploads/downloads/seminars/2012/november/iqbal_Day_061112.jpg

98- اخبار تحقیق، خصوصی شمارہ ۳-۲، ۲۰۱۳ء۔

99- محمد یاسین مظہر صدیق، خطبیات سیرت: مصادر سیرت کا تجزیاتی مطالعہ (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۷ء)۔

پر روشنی ڈالی جو خود قرآن کریم نے قرآن فہمی کے لیے بیان کیے ہیں۔ فاضل مقرر نے یہ مقالہ ریسرچ اسٹیڈیوٹ فارنیلو سو فیکل فاؤنڈیشن آف ڈسپنزر کے زیر اہتمام انقرہ میں ۳ تا ۵ مئی ۲۰۱۳ کو منعقد ہونے والی ایک بین الاقوامی قرآن کانفرنس کے لیے لکھا تھا۔^(۱۰۰) کانفرنس میں مقالہ پیش کرنے کے بعد پروفیسر غزالی نے رفقے ادارہ تحقیقات اسلامی کے ساتھ بھی اس موضوع پر تبادلہ خیال کیا۔ یہ مقالہ ترکی کے ایک تحقیقی مجلے میں شائع ہو چکا ہے۔^(۱۰۱)

ڈاکٹر عصمت اللہ، استٹٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۶ دسمبر ۲۰۱۳ء کو ”جنین کا انتخاب: جدید سائنس اور فقہ اسلامی کی روشنی میں“ کے موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ بعد ازاں یہ تحقیقی مقالہ ادارے کے تحقیقی مجلس نظر میں شائع ہوا۔^(۱۰۲)

۲ جنوری ۲۰۱۳ء کو پروفیسر ڈاکٹر اظہر عبد القیوم، ایم بی بی ایمس ایم سی، میرپور، آزاد جموں و کشمیر نے ”The Qur'an, Hadith, and Embryology“ کے موضوع پر پڑھ دیا۔ فاضل مقرر نے ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کے مختلف مراحل کے بارے میں قرآن و حدیث کی تعلیمات پر گفت گو کی اور اس مشہور رائے کا ناقدانہ جائزہ لیا، جس کے مطابق چوں کہ جنین میں ۱۲۰ دن بعد روح پھونگی جاتی ہے، اس لیے ناگزیر صورت میں ۱۲۰ دن سے پہلے پہلے اسقاطِ حمل کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ فاضل مقرر کی نظر میں یہ مشہور اے صحیح بخاری و صحیح مسلم^(۱۰۳) کی ایک روایت کی غلط تشریع پر مبنی ہے، جس کے مطابق مثل ذلک سے چالیس دن کا دورانیہ مراد لیا گیا ہے، جب کہ فاضل محقق کی رائے میں اس سے علقة اور مضغہ کی تخلیق کی تکمیل مراد ہے۔ فاضل مقرر کے نزدیک جنین میں ۳۰ یا ۴۲ دن کے بعد روح پھونگ دی جاتی ہے، لہذا ۱۲۰ دن سے پہلے حمل کے اسقاط کی اجازت دینا ایک انسانی جان کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔^(۱۰۴)

- ۱۰۰۔ اخبار تحقیق، خصوصی شمارہ ۱۲، ۲۰۱۳۔

101۔ Muhammad al-Ghazali, “The Principles of the Qur'an for Its Own Understanding,” *İlim Dünyası* 6 (2014): 1-11.

- ۱۰۲۔ عصمت اللہ، ”بچے کی جنین کا انتخاب: فقہ اسلامی کی روشنی میں“، فکرو نظر، ج ۵، ۲۰۱۳ء، ۹۱-۱۱۹۔

- ۱۰۳۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ و ذریته؛ مسلم بن جاج، صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ و کتابۃ رزقه و اجلہ و عملہ و شقاوته و سعادتہ۔

- ۱۰۴۔ اس موضوع کے علمی جائزے کے لیے دیکھیے:

Mohammed Ghaly, “Human Embryology in the Islamic Tradition: The Jurists of the Post-Formative Era in Focus”, *Islamic Law and Society* 21, no. 3 (2014):

۶ فروری ۲۰۱۳ء کو بلال احمد، استٹنٹ پروفیسر، کلیٰۃ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے ”اصول حدیث اور روہن جارج کونگ ووڈ کا فلسفہ تاریخ: ایک تعارف“ کے عنوان سے ایک لیپچر دیا۔ جس میں فاضل مقرر نے کونگ ووڈ کے فلسفہ تاریخ اور اصول حدیث کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔ ۲۳ اپریل ۲۰۱۳ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے استٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر میمن احمد صدیقی نے ”قرآنی وحی کے بارے میں ولیم موٹگمری وات کے افکار و نظریات: ایک تنقیدی جائزہ“ کے موضوع پر ایک لیپچر دیا۔ شریعہ کو نسل، یوکے، کے سیکڑی ڈاکٹر صہیب حسن نے ۱۹ مئی ۲۰۱۳ء کو ”یورپ میں مسلم اقلیتوں کے مسائل“ کے موضوع پر لیپچر دیا۔ فاضل مقرر نے یورپ میں مسلمانوں کے نکاح و طلاق، رؤیت ہلال اور طویل ایام میں رمضان کے روزوں کے مسائل پر گفت گوکی۔ نیز انہوں نے برطانیہ میں مسلمانوں کے مسائل کے حل میں شریعہ کو نسل، یوکے، کے کردار پر بھی روشنی ڈالی۔ فاضل مقرر نے اس سے پہلے ۶ جون ۲۰۰۶ء کو بھی اسی موضوع سے متعلق ایک لیپچر ادارے میں دیا تھا۔

۱۹ جون ۲۰۱۳ء کو انڈین مسلم اسکالر توصیف احمد پارے جوان دنوں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ذیلی ادارے اقبال بین الاقوامی ارہ برائے تحقیق و مکالمہ میں اقبال فیلوکے طور پر مصروف تحقیق تھے، نے ”بیسویں صدی کی چند اہم کتب تفسیر کی روشنی میں شوری کا تصور“ کے موضوع پر اپنی تحقیق کا خلاصہ پیش کیا۔ ڈاکٹر نویر احمد، استٹنٹ پروفیسر ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۲۴ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو ”غیر مسلم ممالک کی شہریت کا حصول: ایک تاریخی اور فقہی جائزہ“ کے موضوع پر گفت گوکی۔ اپنے اس لیپچر میں فاضل مقرر نے مسلم تاریخ اور کتب فقہ کی روشنی میں دور حاضر میں غیر مسلم ممالک کی شہریت حاصل کرنے اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے رہائش اختیار کرنے کے بارے میں فقہی آراء کا جائزہ لیا۔ یہ لیپچر دراصل مسلم اقلیات کے بارے میں فاضل محقق کے وسیع تر تحقیقی منصوبے کا حصہ اور ۲۳ فروری ۲۰۱۱ء والے ان کے گذشتہ لیپچر کا تسلسل تھا۔ ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے پروفیسر ڈاکٹر شہزاد اقبال شام ”پاکستان کے دستور اسلامی کا سفر تاریخی تناظر میں“ کے موضوع پر لیپچر دیا۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ اسلامی فکر کے پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی نے ۱۹ امارچ ۲۰۱۵ء کو ”مؤخر ادا بیگیوں پر افراط ازر کے اثرات: شرعی نقطہ نظر“ کے موضوع پر ایک علمی محاضرہ پیش کیا۔ فاضل محقق کی رائے میں افراط ازر دور حاضر کا ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے، تاہم مسلم ممالک میں اس مسئلے کی سنگینی اور بھی زیادہ ہے، کیوں کہ ان میں اس کی شرح ترقی یافتہ ممالک کی بہ نسبت بہت بلند ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ افراط ازر کی بلند شرح مؤخر ادا بیگیوں کی صورت میں انسانی حقوق، اسلام کے نظام عدل اور

مقاصد شریعت کی خلافت کا سبب بنتی ہے، جس کا واحد حل فاضل محقق کی رائے میں مؤخر ادائیگیوں کو افراطی زر کے اشارے کے ساتھ مربوط کرنے ہے۔ انہوں نے اپنے موقف سے اختلاف رکھنے والے اہل علم کے دلائل اور اعتراضات کا جواب بھی دیا۔^(۱۰۵) فاضل مقرر نے اس موضوع پر متعدد تحقیقی مقالے لکھے ہیں۔^(۱۰۶) ادارہ تحقیقات اسلامی نے اسی موضوع پر ان کی ایک کتاب بھی شائع کی ہے۔^(۱۰۷)

۲۶ مئی ۲۰۱۵ء کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد شریعہ و قانون فیکٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد منیر

نے ”Principle of Legality in Islamic Criminal Justice System“ کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا۔ فاضل محقق کی رائے میں اسلامی قانون فوجداری میں اصول مشروعیت مدعی علیہ کے حقوق کے حوالے سے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اصول دو مفروضوں پر منی ہے: (الف) قانون کے بغیر کوئی عمل جرم نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (ب) قانون کے بغیر کوئی سزا نہیں دی جاسکتی۔ ان دو مفروضوں کا فطری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فوجداری قانون کا نفاذ زمانہ گذشتہ سے موثر (retroactive) نہ ہو۔ اکثر مہرین قانون کی رائے میں اصول مشروعیت ایک قطعی امر ہے۔ تاہم ڈاکٹر منیر کے نزدیک اس میں بعض استثناءات بھی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی جرم ریاست کے امن و امان کی صورت حال کے لیے خطرے کا باعث ہو یا قانون کا زمانہ گذشتہ سے نفاذ فرد کی بجائے پورے معاشرے کے مفاد میں ہو تو ایسے حالات میں فوجداری قانون کا زمانہ گذشتہ سے نفاذ کیا جاسکتا ہے۔ لعان اور تند میں ایسی ہی صورت حال پیش آئی تھی۔ فاضل مقرر کی رائے میں اصول مشروعیت اسلامی قانون کے خلاف نہیں ہے۔ اس اصول کا مقصد مدعی علیہ کے بنیادی حقوق کی حفاظت ہے۔ پروفیسر منیر کے خیال کے مطابق کلائیکن کتب فقہ میں اسلامی قانون کے بنیادی اصولوں پر مستقل حیثیت سے زیادہ زور نہیں دیا گیا۔ جن اصولوں

- ۱۰۵۔ پروفیسر ہاشمی کے نقطہ نظر سے اختلاف رکھنے والے اہل علم کی رائے کے لیے دیکھیے: محمد تقی عثمانی، ”کرنی کی قوت خرید اور ادا گیگیوں پر اس کے شرعی اثرات“ از فقہی مقالات، مرتب عبد اللہ نیمن (کراچی، یمن اسلام پبلشرز، ۲۰۱۱ء)، ۱: ۵۲۔

- ۷۸

- ۱۰۶۔ شاہ مجی الدین ہاشمی، ”مسئلہ افراطیز اور اسلام کا نظریہ استحکام قدر زر“، گلو نظر، ۳۲: ۳ (۱۹۹۵ء)، ۳۹-۴۱؛ ہاشمی، ”کاغذی زر کی نقدی حیثیت: اسلام کا نظریہ تامین تدر اور اشاریہ بندی“، گلو نظر، ۳۲: ۲ (۱۹۹۵ء)، ۲۹-۳۵؛ ہاشمی، ”قدر زر کے مختلف النوع تغیرات: فقہی آراء کی روشنی میں“، گلو نظر، ۳۳: ۱ (۱۹۹۵ء)، ۳۹-۴۱؛ ہاشمی، ”قرضوں کی اشاریہ بندی: اجتماعی اجتہاد کے ادروں کے کام کا جائزہ“، معارف اسلامی، ۷: ۱ (۲۰۰۷ء)، ۵۵-۶۱۔

- ۱۰۷۔ ہاشمی، ”مؤخر ادائیگیوں پر افراطیز کے اثرات: شرعی نقطہ نظر“ (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۳ء)۔

کا ذکر ملتا ہے وہ یا تو مختلف ابواب میں منتشر طور پر پائے جاتے ہیں یا انھیں فقہی عبارات سے مستنبط کیا جاتا ہے۔ فاضل محقق نے اپنی گفتگو کا اختتام اس نتیجہ پر کیا کہ اسلامی قانون میں اصول مشروعیت کا تسلیم کیا جانا اس بات کا غماز ہے کہ اسلام کا قانون وجود اور ابتداء سے اعلیٰ معیار کا حامل تھا۔

فرینکلن اینڈ مارشل کالج، لانکاسٹر، امریکہ کے استنسٹ پروفیسر شیر علی ترین نے ۳۰ ستمبر ۲۰۱۵ء کو ”شمیلی امریکہ میں دراسات اسلامی کی صورت حال پر ایک تبصرہ“ کے عنوان سے ایک پیچر دیا۔ ڈاکٹر ترین کے مطابق مغربی علمی دنیا میں علوم اسلامیہ کا مطالعہ مختلف مراحل سے گزارا ہے۔ مغربی دنیا میں اسلام سے متعلق تحقیقات کا آغاز مستشرقین نے کیا ہے، جو عام طور پر مشرقی زبانوں کے ماہر تھے اور ان کی تحقیقات اسلامی متون کے دقیق مطالعے پر مبنی ہوتی تھیں، تاہم اب مغربی ماہرین اسلام کی تحقیقات کا ارتکاز اسلامی متون کے مطالعے سے مسلم معاشروں کے حالات اور ان کے ذاتی تجربات کے مطالعے کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ فاضل محقق نے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ آج سے میں تیس تیس پہلے شملی امریکہ میں علوم اسلامیہ کے اساتذہ کی اکثریت غیر مسلم تھی، لیکن اب صورت حال تبدیل ہو چکی ہے اور ان کی اکثریت مختلف قسم کے پس منظر رکھنے والے مسلم اساتذہ پر مشتمل ہے۔ تاہم وہاں کے معروضی حالات کی وجہ سے انھیں علوم اسلامیہ کی تقيیدی انداز سے تدریس کی صلاحیت کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ترین نے اس بات پر زور دیا کہ اہل علم کو مسلم علماء کے متون اور ان کے طرزِ اسناد کا سنجیدگی سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ انہوں نے پروفیسر طلال اسد اور ان کے شاگردوں کے علوم اسلامیہ کے بارے میں امریکی رجحانات پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ بھی لیا۔ اپنے علمی حاضرے کے اختتام پر فاضل محقق نے اسلام کے بارے میں امریکی تحقیقات کے سلگتے موضوعات کی طرف اشارہ کیا جن میں خواتین کے حقوق اور جینیڈرال شوز خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سے پہلے ۲۰۰۳ء میں ڈاکٹر اور بیچ نے بھی ادارے میں ”شمیلی امریکہ میں مطالعہ اسلام“ کے عنوان سے ایک پیچر دیا تھا۔

۶ مئی ۲۰۱۶ء کو پاکستان میں اپین کے سفیر جناب کارلوس مورالیس (Carlos Morales) نے ”Islam in Europe and the European Union“ کے عنوان سے ادارہ تحقیقات اسلامی میں ایک پیچر دیا، جس میں انہوں نے بتایا کہ یورپین یونین کے پاکستان کے ساتھ مضبوط سفارتی، اقتصادی اور تجارتی تعلقات ہیں۔ یورپین یونین پاکستانی برآمدات کے لیے دنیا کی تیسرا سب سے بڑی تجارتی منڈی ہے اور یورپین یونیورسٹیاں ہر سال سو سے زائد پاکستانی طلباء طالبات کو تعلیمی و ظاہف فرائیم کرتی ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ایک لاکھ سے زائد پاکستانی یورپین یونین میں شامل مختلف ممالک کے اہم شعبوں میں گراں قدر خدمات سرانجام

دے رہے ہیں۔ نیز انہوں نے پاکستان میں تعلیم، فلاح و بہبود، دینی ترقی اور غربت کے خاتمے کے سلسلے میں یورپین یونیورسٹیز کے مختلف منصوبوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔^(۱۰۸) تاہم یوں محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مقرر نے یورپین یونیورسٹیز میں شامل ممالک میں اسلام کی صورت حال پر روشنی ڈالنے سے زیادہ پاکستان اور یورپین یونیورسٹیز کے سفارتی، تعلیمی اور اقتصادی تعلقات پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے شعبہ قرآنیات کے زیر اہتمام علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اندیا کے پروفیسر ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے ”حمد الدین فراہی کاظم قرآن اور اس کی معنویت“ کے عنوان سے ۸ نومبر ۲۰۱۶ء کو ادارے میں ایک لیکچر دیا۔ فاضل مقرر نے مولانا حمید الدین فراہی کے خاندانی پس منظر، علمی کاموں اور نظم قرآن کے نظریے پر سیر حاصل گفت گوئی کی۔ ڈاکٹر اصلاحی کے نزدیک مولانا فراہی کے فکری ارتقا کو تین مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (الف) علی گڑھ میں قیام۔ (ب) جامعہ عنانیہ، حیدر آباد کن میں قیام۔ (ج) مدرسۃ الاصلاح، اعظم گڑھ، اندیسا سے وابستگی۔ مولانا فراہی نے علی گڑھ میں قیام کے دوران ہی قرآن کریم میں تدبر و تفکر شروع کر دیا تھا۔ وہ سریں احمد خان کی فکر سے بھی متاثر تھے، تاہم اپنی تفسیر میں انہوں نے کئی مقامات پر سریں کی رائے سے اختلاف بھی کیا۔^(۱۰۹) فاضل مقرر مولانا فراہی کی تفسیری خدمات سے متعلق ایک کتاب کے مصنف بھی ہیں۔^(۱۱۰)

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ملائیشیا کے شعبہ تاریخ و تہذیب کے پروفیسر ڈاکٹر عبد اللہ الاحسن نے “Iqbal’s Dream and Today’s Reality: Some Reflections on Iqbal’s Speech at Allahabad” کے عنوان سے ۳۰ مارچ ۲۰۱۷ء کو ادارے میں ایک توسمی خطبہ دیا۔ جس میں انہوں نے کہا کہ علامہ محمد اقبال کا خطبہ اللہ آباد مسلم قومیت کی تشكیل میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جدید قومی ریاستوں کے نظریے کا قومیت کے مسلم نقطہ نظر سے تقابل کرتے ہوئے انہوں نے مسلم ریاست کے بارے میں اپنے آباء و اجداد کے نظریہ قومیت کی طرف مسلسل رجوع کرتے رہنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ڈاکٹر عبد اللہ الاحسن کی رائے میں یہ طرزِ عمل پاکستان جیسے مسلم ملک کو مزید قومی ریاستوں کی صورت میں بکھرنے سے محفوظ رکھے گا۔^(۱۱۱)

108— “Performance Report of Islamic Research Institute (2014-2017),” 18-19.

109— <http://iri.iiu.edu.pk/index.php/2016/11/30/prof-dr-abdu-sufyan-islahi-aligarh-muslim-university-delivered-lecture/>.

110— ابوسفیان اصلاحی، مولانا حمید الدین فراہی: **حق و منصر** (علی گڑھ: ڈیپارٹمنٹ آف عربیک، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۲۰۰۷ء)۔

111— “Performance Report of Islamic Research Institute (2014-2017),” 23-24.

لایوالاپنی ورستی شکاگو، امریکہ کی پروفیسر ڈاکٹر مر سیاہر مینسن نے "Muslim Theologians of Non-violence" کے عنوان سے اجولائی ۲۰۱۷ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں ایک توسمی خطبہ دیا۔ ڈاکٹر ہر مینسن نے عدم تشدد کے حوالے سے اسلام کے روحانی، مابعدالطبیعاتی اور فقہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ نیز انہوں نے دور جدید میں انڈیا، پاکستان، تھائی لینڈ، شام، سوڈان اور امریکہ سے تعلق رکھنے والے ان سات ماہرین الہیات کی خدمات کو سراہا، جنہوں نے عدم تشدد کے حوالے سے علمی اور عملی دونوں میدانوں میں گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ فاضلہ مقررہ کی رائے میں علم الکلام کے بنیادی اصول مثلاً توحید، صبر، رحم دلی، پارسائی اور دیگر فقہی و کلامی اصول غیر مسلموں کے ساتھ پر امن تعلقات کو فروغ دیتے ہیں۔ تمدنی جہاد (civic jihad) صبر و تحمل، ہم آہنگی اور پر امن بنائے باہمی کا سبب بتاتا ہے۔ انہوں نے اپنے خطبے کا اختتام اس نتیجے پر کیا کہ عدم تشدد کے جذبات کو فروغ دینے کے لیے مسلمانوں کو اپنی روایت سے باہر دیکھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ عدم تشدد کی ثقافت کی ترویج کے لیے اسلامی تعلیمات ہی میں جامعہ نمائی موجود ہے۔^(۱۱۲) ڈاکٹر ہر مینسن کی اس موضوع سے متعلق ایک تحریر حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔^(۱۱۳)

اکیسویں صدی میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں منعقد ہونے والے علمی محاضرات کی تعداد اسی کے قریب ہے، تاہم یہ تعداد مکمل طور پر دستیاب معلومات پر مبنی ہے۔ اصل تعداد اس سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اگر ان محاضرات کا موضوعاتی اعتبار سے تجزیہ کریں تو موضوعات کا وسیع تنوع سامنے آتا ہے، تاہم جس موضوع پر سب سے زیادہ محاضرات پیش ہوئے وہ فقہ اسلامی ہے، جس کے محاضرات کی تعداد دس ہے۔ قرآن و علوم القرآن اور فکر اسلامی بالترتیب نو اور آٹھ محاضرات کے ساتھ دوسرے اور تیسرے نمبر پر ہیں۔ مغرب اور سیرت نبوی میں سے ہر ایک موضوع پر چھ چھ محاضرات ہوئے۔ پانچ محاضرات کے ساتھ مسلم تحریکات کے موضوع کا پانچواں درجہ ہے۔ مطالعہ مذاہب سے متعلق چار یکچھ ہوئے، جب کہ مسلم شخصیات، اسلام اور نفیسیات، اسلام اور مغرب اور مغربی سماجی علوم پر نقد میں سے ہر موضوع پر تین تین محاضرات ہوئے۔ مزید برآں تعلیم، امریکہ میں علوم اسلامیہ کی تدریس، بین المذاہب مکالمہ، طبی اخلاقیات اور تاریخ اسلام جیسے موضوعات پر دو دو محاضرات ہوئے۔

112- <http://iri.iiu.edu.pk/index.php/2017/08/04/iri-holds-lecture-on-muslim-theologians-of-non-violence/>.

113- Marcia Hermansen, "Muslim Theologians of Nonviolence," in *Religion and Violence, The Logical and Pedagogical Muslim and Christian Reflections*, ed. E. Aslan and M. Hermansen (Wiesbaden: Springer VS, 2017), 147-62.

وہ موضوعات جن پر صرف کسی ایک صاحب علم نے اپنے نتائج فلکر کار رفقے ادارے سے تبادلہ کیا ان میں تصوف، اسلام اور سیاست، علوم الحدیث اور اردو ادب شامل ہیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی میں علمی محاضرات پیش کرنے والے انسی محاضرین میں سے پندرہ ادارے سے وابستہ تھے، جب کہ دیگر چونٹھے محاضرین نے بطور مہمان مقرر کے ادارے کے رفقا کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔ اگر قومی اور بین الاقوامی لحاظ سے دیکھیں تو ملکی محاضرین کی تعداد بیش از غیر ملکی محاضرین کی تعداد سینتا لیں بنتی ہے۔ غیر ملکی محاضرین کی تعداد کے لحاظ سے امریکہ کو گیارہ کے عدد کے ساتھ برتری حاصل ہے، جب کہ دوسرے درجہ اندیکا ہے، جس کے شہریوں نے ادارے میں نو دفعہ لیکھر زدیے۔ تیسرا درجہ برطانیہ کا ہے، جس کے پانچ مہمان مقررین نے ادارے میں علمی گفت گوکی۔ ملائیشیا اور کینیڈا چار چار محاضرین کے ساتھ چوتھے نمبر پر ہیں۔ جرمنی، ساؤ تھ افریقہ، سوڈان اور اٹلی سے تعلق رکھنے والے فاضل محققین نے دو دو دفعہ ادارے میں علمی محاضرات پیش کیے۔ جب کہ ترکی، بولگر دیش، افغانستان، ڈنمک، جاپان اور اسپین کے اہل علم نے بھی کم از کم ایک ایک دفعہ رفقے ادارے کے ساتھ علمی موضوعات پر گفت گوکی ہے۔

یہ بات واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے کہ ادارے میں علمی محاضرات پیش کرنے والوں کی غالب اکثریت مسلمان اہل علم پر مشتمل ہے، جب کہ انسی مقررین میں سے صرف چھ کا تعلق دوسرے مذاہب سے ہے۔ یہ بات بھی قبل توجہ ہے کہ جن سولہ ممالک کے فاضل مقررین نے ادارے میں محاضرات پیش کیے ان میں سے صرف چھ مسلم اکثریتی ممالک ہیں، جب کہ بقیہ دس ممالک میں مسلمان اقلیت کی حیثیت سے رہ رہے ہیں۔ محاضرات کی اوست سالانہ چار سے پانچ محاضرات ہیں جو کہ زیادہ حوصلہ افزائیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سیکرٹری سیمینارز کے کردار کو فعال کیا جائے اور یا ماہنہ سیمینارز کے سلسلے کو باقاعدہ اور منظم طریقے سے جاری رکھا جائے۔ نیز ان محاضرات میں پیش کردہ افکار و خیالات کو ضبط تحریر میں لا کر ان کی ترویج و اشاعت کا مناسب انتظام بھی کیا جائے۔

پریز یونیٹیشنز، مبارحہ اور مذاکرے

لیکھر ز اور علمی محاضرات کے علاوہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی ایک اہم سرگرمی پریز یونیٹیشنز اور علمی مباحثوں کا اہتمام بھی ہے۔ اس علمی سرگرمی کے تحت اصحاب علم و فن کسی علمی یا فنی نوعیت کے موضوع پر مفید معلومات فراہم کرتے ہیں یا پھر کسی سلگتے ہوئے موضوع پر اجتماعی بحث و مباحثہ میں حصہ لیتے ہیں۔ ذیل میں

گذشتہ چند برسوں کے دوران ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں منعقد ہونے والے مختلف مباحثوں اور پرینٹ میڈیا میڈیا کا اجمالی طور پر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۷ امی ۲۰۰۱ء کو بریگیڈ یئر (ر) اقبال شفیع، چیئرمین، سر سید میموریل سوسائٹی، اسلام آباد نے ”تحریک پاکستان: چند یادیں“ کے عنوان سے اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار کیا۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے لیکھر جناب محمد احمد نعیر نے ۷۲۰۰ء میں جاسر عودۃ کی کتاب فقه المقصاد:

إناطة الأحكام الشرعية بمقاصدها پر تبصرہ پیش کیا۔ کتاب کا تعارف کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ مصنف نے اس کتاب میں مقاصد شریعت کی روشنی میں نصوص شرعیہ سے استنباط احکام کے اصول و ضوابط پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب چار فصول اور متعدد ذیلی مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں مصنف نے مقاصد شریعت کی تعریف اور عہد نبوی اور عہد صحابہ و مجتہدین کی روشنی میں اجتہادی مسائل کے ساتھ ان کے تعلق کی نوعیت واضح کی ہے۔ دوسری فصل میں مصنف نے مقاصد شریعت کو احادیث صحیحہ کے درمیان تعارض کی صورت میں فہمے کرام کے اصول ترجیح کے تبادل منتج کے طور پر پیش کیا ہے۔ تیسرا فصل میں مصنف نے محض راء کی بنابر بعض نصوص کو منسوب قرار دینے کی بجائے کسی مسئلے سے متعلق تمام نصوص سے مقاصد شریعت کی روشنی میں استفادہ کرنے کا طریق کار پیش کیا ہے۔ آخری فصل میں مصنف نے مقاصد شریعت کے اصول و ضوابط کا مسلم اقلیات کے بعض مسائل پر اطباق کرنے کی کوشش کی ہے، جن میں سے تین مسائل قبل ذکر ہیں: (الف) غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے قیام کا حکم (ب) غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے پُرانے تعلقات کا حکم (ج) کافر میاں بیوی میں سے بیوی کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں اس کے کافر خاوند کے ساتھ رہنے کا حکم۔^(۱۱۲)

آخری مسئلے کے بارے میں ڈاکٹر جاسر عودۃ کی راء یہ ہے کہ اگر عورت اور اس کی اولاد کو نکاح فتح ہونے کی صورت میں شدید ضرر پہنچنے کا اندیشه ہو تو مقاصد شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی عورت کو کافر خاوند سے نکاح کو برقرار رکھنے یا علیحدگی اختیار کرنے کا اختیار دیا جانا چاہیے۔^(۱۱۳)

۱۹ امی ۲۰۱۰ء کو ”Discussion on Humanitarian Law“ کے عنوان سے ایک مباحثہ ہوا جس میں ڈاکٹر عصمت اللہ، سربراہ شعبہ فقہہ و قانون، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، محمد مشتاق، اسمٹنٹ پروفیسر، فیکٹری

- ۱۱۲۔ اخبار تحقیق، ش ۷، ج ۱، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۶ء۔

- ۱۱۳۔ جاسر عودۃ، فقه المقصاد: إناطة الأحكام الشرعية بمقاصدها (ہیرنڈن: المعهد العالمی للفکر الاسلامی، ۲۰۰۶ء)، ۲۰۰۹ء۔

آف شریعہ اینڈ لاء، آئی آئی یو آئی اور صلاح الدین، آئی سی آرسی نے شرکت کی۔ ۲۰۱۰ء کو اسکندریہ لاہیری، اسکندریہ، مصر کے مشیر جناب صلاح الدین الجوہری نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے رفقے تحقیق سے اجتماعی ملاقات کی اور ان کے سامنے اسکندریہ لاہیری کا تعارف اور اس کی خدمات کی تفصیلات پیش کیں۔ اس ملاقات میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اور اسکندریہ لاہیری کے درمیان علمی تعاون کے مختلف پبلوڈس پر بھی غور کیا گیا۔ یہ اجلاس دراصل مکتبہ اسکندریہ اور مین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے درمیان علمی روابط کے فروغ کی ان کوششوں کا تسلسل تھا، جن کے ضمن میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد کے سربراہ ڈاکٹر ظفر احسان انصاری نے مکتبہ اسکندریہ کا دورہ کیا اور باہمی مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے۔^(۱۱۴) ۹ جون ۲۰۱۰ء کو ڈاکٹر محمد اکرم، سربراہ شعبہ معاصر اسلامی فکر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے “Some Reflections on the Enterprise of Research” کے موضوع پر ایک پریزنسٹیشن دی، جس میں انہوں نے تحقیق کی ضرورت و اہمیت اور اس کے طریق کار کے مختلف پبلوڈس کے بارے میں اپنے تجربات اور خیالات کا رفقے ادارہ کے ساتھ تبادلہ کیا۔ ۸ جولائی ۲۰۱۰ء کو لاہور یونیورسٹی آف مینجنمنٹ سائنسز، لاہور کے عتیب گل نے ڈاکٹر شہاب احمد کی مدون کردہ کتاب^(۱۱۵) *Ibn Taymiyya and His Times* کا تعارف اور اس پر نقد و تبصرہ پیش کیا۔ ۱۳ جولائی ۲۰۱۰ء کو ڈاکٹر تنور احمد صاحب، استٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے “Recent Legal Debates on Muslim Minorities: A Comparative Study of European Council of Fatwa and Research and Islamic Fiqh Academy” کے موضوع پر ایک خاکہ تحقیق پیش کیا، جس میں انہوں نے موضوع کا تعارف کرایا اور اس کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔ شرکائے نشست نے اس تحقیقی منصوبے کی تحسین کی اور اس کی بہتری کے لیے مفید تجویز دیں۔ ۲۱ جولائی ۲۰۱۰ء کو جناب احمد خالد حاتم، لیکچرر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے *Fiqh al-Jihad: A Comparative Analysis of Its Ahkam and Philosophy in the Light of the Qur'an and Sunnah* کے موضوع پر گفت گو کی۔ یہ گفت گو دراصل پروفیسر ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی کتاب فقہ الجہاد پر نقد و تبصرہ تھا۔ ۲۰۱۰ء کو شریعہ اینڈ لاء فیکٹری کے استٹنٹ پروفیسر جناب مشائق احمد صاحب نے Dr. Yusuf al-Qaradawi's Analysis of “Fiqh of the Extremists” کے موضوع پر

گفت گوکی، جس میں انہوں نے تشدید پسند عناصر کے فقہی استدلالات پر ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے نقد کا جائزہ پیش کیا۔ ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو شعبہ فقہ و قانون، ادارہ تحقیقات اسلامی نے راولپنڈی اور اسلام آباد کے علمائے کرام اور اہل علم حضرات کے ساتھ ایک اجتماعی ملاقات کا اہتمام کیا، جس میں مختلف فقہی مسائل کے متعلق علمی مذاکرہ کیا گیا۔ اس علمی مباحثے میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے تقریباً ۱۳ علمائے کرام نے شرکت کی۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے سربراہان شعبہ جات ڈاکٹر محمد اکرم، شعبہ معاصر اسلامی فکر، ڈاکٹر عصمت اللہ، شعبہ قانون و فقہ، ڈاکٹر قیصر شہزاد، شعبہ کلائیکی اسلامی فکر اور ڈاکٹر سہیل حسن، شعبہ حدیث و سنت نے بالترتیب ۷ مئی اور ۸، ۱۰ اجون ۲۰۱۱ء کو اپنے اپنے شعبوں کے اهداف و مقاصد اور مستقبل کے منصوبوں کے بارے میں پریزینشنز دیں۔ ۱۳ اجون ۲۰۱۱ء کو پروفیسر ڈاکٹر فتح محمد ملک، ریکٹر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور پروفیسر ڈاکٹر متاز احمد، صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی نے ادارہ تحقیقات اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری اور دیگر رفقاء ادارہ کے ساتھ ایک اجتماعی ملاقات کی، جس میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی مختلف علمی سرگرمیوں کے بارے میں ریکٹر اور صدر جامعہ کو آگاہ کیا گیا۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے تعلیم کے شعبے میں ایک انقلابی قدم اٹھاتے ہوئے ملک بھر میں آئی آئی یو آئی اسکولز کے نام سے پرائیویٹ اسکولز کھونے کا فیصلہ کیا۔ ان اسکولوں کی تمام انتظامی اور تعلیمی معاملات کی نگرانی کی ذمہ داری بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ذیلی ادارے انسٹی ٹیوٹ فار پروفیشنل ڈویپمنٹ (آئی پی ڈی) کو سونپی گئی ہے، چنانچہ ڈاکٹر سعید الحسن چشتی، ڈائریکٹر آئی پی ڈی اور جناب کاشف سہیل، کنسلنٹ، آئی پی ڈی نے ۱۹ جولائی ۲۰۱۱ء کو “IIUI Schools: Background, Philosophy and Vision” کے عنوان سے رفقاء ادارہ کے سامنے ایک پریزیشن دی، جس میں انہوں نے IIUI Schools کے قیام کے پہلے منظر، ان کے فاسنے اور ان کے اهداف و مقاصد سے رفقاء ادارہ کو آگاہ کیا۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کی طرح ان اسکولوں کا نصب لعین بھی اسلامی تعلیمات پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے سماجی، طبیعی، اطلائی اور ابلاغی علوم کے شعبوں میں تعلیم، تربیت اور تحقیق کی حوصلہ افزائی اور فروغ کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔^(۱۸)

ڈاکٹر محمد اکرم، سربراہ شعبہ معاصر اسلامی فکر، ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۱۱۳ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو "Managing References and Citations: An Introduction to Endnote Software Program" کے موضوع پر ادارے میں ایک پریزیمینٹیشن دی، جس میں فاضل محقق نے اینڈ نوت سافت ویر کی حوالہ جات کی ترتیب کے سلسلے میں افادیت اور اس کے استعمال کے طریق کار کے بارے میں مفید معلومات فراہم کیں۔ گذشتہ پریزیمینٹیشن کے تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے کیم نومبر ۲۰۱۱ء کو ڈاکٹر عصمت اللہ، سربراہ شعبہ فقہ و قانون، ادارہ تحقیقات اسلامی نے "مکتبہ شاملہ کا تحقیق میں استعمال" پر ایک پریزیمینٹیشن دی، جس میں انہوں نے اسلامی مصادر و مراجع سے مطلوبہ مواد تلاش کرنے کے سلسلے میں مکتبہ شاملہ کی اہمیت اور اس کے استفادہ کے طریق کا پروشنی ڈالی۔^(۱۱۹)

ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۱۹ اپریل ۲۰۱۲ء کو "Panel Discussion on Domestic Violence Bill" کے عنوان سے ایک اجتماعی مذاکرے کا اہتمام کیا، جس میں فقہ و قانون کے ماہرین کی ایک جماعت کے درمیان "ڈو میٹک وائی لینس بل" کے مختلف پہلوؤں پر بحث و مباحثہ ہوا۔^(۱۲۰)

ادارہ تحقیقات اسلامی نے کلیہ الگویہ اور کلیہ اصول الدین کے اشتراک سے ۲ مئی ۲۰۱۲ء کو "بر صغیر میں ترجمہ قرآن کی مشکلات" کے عنوان سے ایک اجتماعی مذاکرے کا اہتمام کیا، جس کا مقصد اسی موضوع پر ایک مجوزہ میں الاقوامی کانفرنس کے لیے فکری تیاری اور اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینا تھا۔ چنانچہ یہ کاوش شمر آور ثابت ہوئی اور اس موضوع پر ۲۹ تا ۳۰ اگسٹ ۲۰۱۳ء کو دوروزہ میں الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔^(۱۲۱) ۷ اجولائی ۲۰۱۲ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے پروفیسر ڈاکٹر اعجاز شفیع گیلانی کی زیر صدارت "علماء اور تعمیر و ترقی" کے عنوان سے ایک مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا، جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے اہل علم اور مفکرین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔^(۱۲۲)

۱۶ مئی ۲۰۱۳ء کو پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی، ادارہ تحقیقات اسلامی اور جانب عبدالکریم عثمان، یونیورسٹی پر رادارہ تحقیقات اسلامی نے بالترتیب اپنے ترکی اور مرکاش کے اسفار کے تاثرات سے رفقے ادارہ کو آگاہ کیا۔

- ۱۱۹۔ اخبار تحقیق، ش ۳۶، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۱۱ء۔

120۔ www.iiu.edu.pk/?page_id=10265.

121۔ www.iiu.edu.pk/wp-content/uploads/downloads/seminars/panel-discussions.jpg.

122۔ www.iiu.edu.pk/wp-content/uploads/downloads/seminars/2012/july/seminar_160712.pdf.

۱۲ ستمبر ۲۰۱۳ء کو ڈاکٹر انعام الحق غازی، اسٹنٹ پروفیسر کلیئہ اللہ عربیہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے "Learning Modern Standard Arabic: A Technology-Based Method" کے عنوان سے ایک پریزیشن دی، جس میں انہوں نے نئے طریقے سے جدید معیاری عربی سکھانے سے متعلق ایک کتاب کا تعارف پیش کیا، جو پرنٹ اور آن لائن دونوں شکلوں میں دستیاب ہے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ جدید معیاری عربی زبان کے علاوہ عربی زبان کے درج ذیل چار کشیر الاستعمال ہجات کی تعلیم بھی دیتی ہے: (الف) عراقی، خلیجی، سعودی، (ب) شامی، لبنانی، فلسطینی، (ج) مصری (د) مرکشی۔ نیز اس کتاب میں زبان کی چاروں مہارتوں یعنی لکھنے، پڑھنے، سننے اور بولنے پر توجہ دی گئی ہے اور مثالوں اور مشقوں کے ذریعے قواعد کو سمجھانے اور زبان میں پختگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کے محتویات کی فہرست اور منتخب صفحات پی ڈی ایف کی صورت میں متعلقہ ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔^(۱۲۳)

۲۰۱۳ء کے آغاز میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے استاذہ اور محققین کے ایک وفد نے امریکہ کے تعلیمی و تحقیقی اداروں کا مطالعاتی دورہ کیا، چنانچہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے ۷ فروری ۲۰۱۳ء کو "امریکا کے تعلیمی اداروں کا مطالعاتی دورہ: تاثرات و مشاہدات" کے عنوان سے ایک مذاکرے کا اہتمام کیا جس میں اس مطالعاتی دورہ میں شریک حضرات میں سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ڈاکٹر جنید احمد ہاشمی، اسٹنٹ پروفیسر کلیئہ اصول الدین، ڈاکٹر مبشر حسین، اسٹنٹ پروفیسر، آئی آر آئی، جناب عبدالفرید بروہی، اسٹنٹ پروفیسر، دعوۃ اکیڈمی اور جناب علی طارق، کنسٹنٹنٹ رائیڈنگ، آئی آرڈی نے اپنے تاثرات و مشاہدات سے رفقاً ادارہ کو آگاہ کیا۔

۱۲۵ اپریل ۲۰۱۳ء کو جامعہ اسلامیہ بنوریہ کے استاذ الحدیث مولانا عبدالحیم چشتی نے "علم حدیث کی ضرورت و اہمیت" کے موضوع پر رفقاً ادارہ کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔ جب کہ ۱۲۶ اپریل ۲۰۱۳ء کو ڈر بن یونیورسٹی، ساؤ تھ افریقہ کے شعبہ اسلامیات کے سابق ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے "قرآن کریم کی بنیادی تعلیمات اور سورۃ الحصر" کے موضوع پر گفت گوی کی۔ اپنے اس لیکھ میں فاضل مقرر نے سورۃ الحصر کی روشنی میں قرآن کریم کی بنیادی تعلیمات کی وضاحت کی۔

ساو تھ افریقین نیشنل حلال اتھارٹی (SANHA) حلال فوڈ سرٹیفیکیشن کا ایک معروف بین الاقوامی ادارہ ہے۔ جون ۲۰۱۳ء کو سنہا (SANHA)، لاہور آفس کے جزل نیجر، مولانا محمد احسن ظفر نے "Critical

کے موضوع پر رفقے ادارہ کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ فاضل مقرر نے اشیاء خور دنوش سے متعلق ای نمبروں کی وضاحت کی اور بتایا کہ سنہا حلال فوڈ سرٹیفیکٹ کیسے جاری کرتی ہے اور اپنی کلامیٹ کمپنیوں کی کس طرح نگرانی کرتی ہے۔

۱۲ جون ۲۰۱۳ء کو کمپیوٹر انجینئر اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے طالب علم حق نواز نے "Qur'an

"Computational Techniques for Research and Academia" کے موضوع پر ایک پریزیشن دی، جس میں انہوں نے اپنے تیار کردہ ایک سافت ویر کی مدد سے علوم اسلامیہ کے بنیادی مأخذ سے مطلوبہ مواد تلاش کرنے کے طریق کار کی وضاحت کی۔

۱۲ اگست ۲۰۱۳ء کو جناب ارشد اقبال ملک، صدر الفلاح منزل ٹرسٹ، اسلام آباد نے "قرآن فہمی بذریعہ ٹی پی آئی (ٹوٹل فیریکل انٹریکشن)؛ ایک تعارف" کے عنوان سے ادارے میں ایک پریزیشن دی۔ "قرآن فہمی بذریعہ ٹی پی آئی" اشاروں اور جدید ٹکنالوجی کی مدد سے قرآن کریم کے مطالب و مفہوم سے عامۃ المسلمين کو آگاہ کرنے کا ایک آسان، دلچسپ اور منفرد انداز ہے۔

۱۵ فروری ۲۰۱۵ء کو ڈاکٹر محمد ساجد مرزا، پرنسپل لائبریری، ادارہ تحقیقات اسلامی نے "علمی تحقیق میں انٹرنسیٹ کا استعمال: ضرورت و اہمیت اور طریق کار" کے موضوع پر ایک یکھر دیا۔ فاضل محقق نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آج پوری دنیا کے اہل علم اور محققین، کتب خانوں اور ناشرین کے کیٹ لائز کو استعمال کرنے، آن لائن تحقیقی مجلات، کتابوں، تحقیقی مقالات تک رسائی حاصل کرنے، تحقیقی مقالات، تحقیقی مجلات کو ارسال کرنے اور فیلو شپس اور گرانتیں حاصل کرنے کے لیے انٹرنسیٹ کا وسیع پیمانے پر استعمال کر رہے ہیں۔ بیک اور فریز سرچ phrase search کے طریق کار کی وضاحت کے بعد فاضل مقرر نے سرچ انجذب پر متعلقہ مواد کو حاصل کرنے کے لیے ایڈوانسڈ سرچ ٹکنیکز پر روشنی ڈالی اور عملی مثالوں کی مدد سے ان کی مزید وضاحت بھی کی۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالاجائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکیسویں صدی میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی علمی سرگرمیوں کو درج ذیل چار انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (الف) کافرنیسین اور یسی ناز (ب) تربیتی ورکشاپ (ج) علمی محاضرات (د) پریزیشنز، مہماں اور مذاکرے۔

انیں عدد قوی اور بین الاقوامی سطح کی کافرنیسیں اور سیکی نازر قرآن، حدیث، سیرت، فقہ اسلامی، اسلام اور سائنس، اسلامی معاشریات و بینک کاری اور مسلم شخصیات کی خدمات سے لے کر پاکستانی ادب، مذہبی تعلیم، ذرائع ابلاغ اور پاکستانی معاشرے اور اداروں جیسے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ان موضوعات میں سے آخرالذکر موضوع پر پانچ کافرنیسیں اور سیکی نازر منعقد ہوئے، جو اس اعتبار سے اہم ہیں کہ پاکستانی معاشرے اور ریاستی اداروں کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تعمیر و تکمیل ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے اساسی اهداف میں شامل ہے۔ نیز گذشتہ چند سالوں میں پاکستانی معاشرے میں مختلف طبقات کے درمیان فکری بعد کے پیدا ہونے اور انتہا پسندی اور عدم برداشت کے رجحانات کے فروغ کی وجہ سے وطن عزیز کے معروضی حالات بھی اس بات کے مقاضی تھے کہ اسلام کے اعتدال پسندانہ نقطہ نظر کو جاگر کر کے معاشرے میں امن، رواہاری اور اعتدال پسندی کے رجحانات کو فروغ دیا جائے۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی تقریباً نصف کافرنیسیں اور سیکی نازر کے مقالات کسی بھی صورت میں شائع نہیں ہو سکے۔ یہ ایک اصلاح طلب بہلو ہے، کیوں کہ علمی محفلوں کے معاشرے پر ڈورس اور دیرپا اثرات پڑنے کے لیے ان میں پیش کردہ مقالات کا تحریری شکل میں شائع ہو کر اہل علم اور عوام تک پہنچنا ضروری ہے۔ نیز اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ادارے کی کافرنیسیں اور سیکی نازر کے مقالات ترتیب و تدوین کے مراحل سے گزر کر جلد شائع ہو جائیں۔

اگرچہ اکیسویں صدی کے پہلے سترہ سالوں کے دوران ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں اوسط سال میں ایک کافرنیس یا سیکی نازر منعقد ہوتا رہا، لیکن بعض سال ایسے بھی گزرے ہیں جن میں ادارے نے کوئی قوی یا بین الاقوامی کافرنیس یا سیکی نازر منعقد نہیں کرایا۔ خاص طور پر ۲۰۰۵ اور ۲۰۰۶ کے درمیانی عرصے میں مسلسل تین سال تک ادارے میں ایسی کسی سرگرمی کا سراغ نہیں ملتا۔ لہذا تجویز دی جاتی ہے کہ بہترین منصوبہ سازی کے ذریعے ادارے میں کافرنیسیں اور سیکی نازر کے انعقاد کا ایک ایسا مربوط نظام وضع کیا جائے کہ ادارے میں سال میں کم از کم ایک قوی یا بین الاقوامی سطح کی کافرنیس یا سیکی نازر ضرور منعقد ہو جائے۔ یہ بات قابل تاثیش ہے کہ ادارے نے گذشتہ سالوں میں نہ صرف اکیلے متعدد کافرنیسیں کیا بلکہ کئی ایک کافرنیسیں اور سیکی نازر دیگر ملکی و غیر ملکی اداروں کے تعاون و اشتراک سے بھی منعقد کیے۔ یہ حقیقت ادارے کی قوی اور بین الاقوامی سطح پر اچھی شہرت اور دوسرے اداروں کے ساتھ اس کے علمی روابط کی غماز ہے۔

اکیسویں صدی میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں منعقد ہونے والے علمی محاضرات کی تعداد اسی کے قریب ہے، جو اپنے اندر موضوعات کا وسیع تنویر لیے ہوئے ہیں، تاہم جس موضوع پر سب سے زیادہ محاضرات پیش کیے

گئے وہ فقہ اسلامی ہے، جس کے محاضرات کی تعداد دس ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فقہ و قانون کا شعبہ افرادی وسائل کے لحاظ سے ادارے کے دوسرے شعبوں کی بہ نسبت ہمیشہ زیادہ باشروت رہا ہے، نیز اس دوران ادارے کی سربراہی بھی اکثر و پیشتر ایسے اہل علم کے پاس رہی ہے، جن کا اپنا اختصاصی مضمون اسلامی قانون تھا۔ محاضرات کی اوسمی تعداد سالانہ چار سے پانچ ہے۔ نیز اگر اس دوران ادارے میں ہونے والی پریزنسنٹیشنز، مباحثوں اور مذاکروں کو بھی اس تعداد میں شامل کر لیا جائے تو بھی اوسمی تعداد تقریباً چھ بیتی ہے، جو کہ حوصلہ افزا نہیں ہے۔ ادارے کی اس سرگرمی کو بہتر اور منظم کرنے اور علمی محاضرات کی تعداد میں رفقاء ادارہ کے علمی اشتراک کے تناسب کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

